۴۸۶

جلد ۱

ہفت روزہ
خدام الدین - لاہور

ہمارا مسلک

انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور ایک چھوٹی سی انجمن ہے جس کے پاس نہ بہت زیادہ جائداد ہے اور نہ بے شمار سرمایہ۔ اس کے اراکین میں نہ بڑے بڑے رؤسا اور نہ زمیندار ہیں اور نہ کارخانہ دار۔ اس کم مائیگی کے باوجود محض اللہ کے فضل و کرم سے اس انجمن نے کتاب و سنت کی اشاعت بذریعہ تحریر و تقریر اس حد تک کی ہے کہ بڑے بڑے وسائل کے مالک ادارے بھی اس میدان میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مختلف مضامین پر نو لاکھ رسائل کی مفت تقسیم، قرآن مجید کا سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ بمعہ ربط آیات، خلاصۃ المشکوٰۃ اور پانچ چھوٹی چھوٹی سورتوں کی تفسیر یہ اس کی تحریری خدمات کا مختصر سا خاکہ ہے۔

● فجر کی نماز کے بعد درس قرآن مجید، مختلف مذہبی اصلاحی اور سیاسی مضامین پر جمعہ کے خدمات، علمائے کرام کے لئے دورہ تفسیر، دار الحفاظ جس میں بچوں کو قرآن مجید فن تجوید کے ساتھ ناظرہ اور حفظ کرایا جاتا ہے۔

● مدرسۃ البنات۔ جس میں دو وقت بچیوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔

(۱) صبح کے اوقات میں دوسرے تعلیمی اداروں کی طرح بچیاں زیر تعلیم ہیں۔

(۲) دوسرے تعلیمی اداروں سے فارغ ہونے کے بعد شام کے اوقات میں بھی تعلیم دی جاتی ہے۔

● آج ہم اس انجمن کے آرگن کی حیثیت سے مطلع صحافت پر نمودار ہو رہے ہیں۔ ہمارے پاس نہ سرمایہ ہے اور نہ بلند پایہ مضمون نگار، اس کے باوجود ہم کتاب و سنت کی اشاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔ اُف۔ کس قدر پرخطر منزل ہے اور کتنی مشکلات کا سامنا ہے ؎

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

ان حالات میں ہمیں فقط اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ ہے یا پھر قارئین کرام کی حوصلہ افزائی ہمارے لئے باعث اطمینان ہے۔

● بحیثیت مسلمان ہمارا یہ غیر متزلزل ایمان ہے کہ مسلمان کی دنیوی عزت اور اخروی نجات کا راز صرف کتاب و سنت کے اتباع میں مخفی ہے۔ ان دونوں کو ہاتھ سے چھوڑ کر یہ دنیا میں بھی عزت کی زندگی بسر نہیں کر سکتا، اور آخرۃ میں تو اس کی ہلاکت یقینی ہے ؎

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

● یہ امر واقعہ ہے کہ مسلمانان عالم اس مسلک کو چھوڑ چکے ہیں اور اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ ہم ان کو دوبارہ اس راستہ کی طرف آنے کی طرف دعوت دینے کا تہیہ کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔ ہم ہر اس فرد اور جماعت کی تائید کریں گے جو کتاب و سنت کی صحیح معنوں میں حامی ہو گی۔ اور جو فرد یا جماعت ان کی مخالف ہو گی ہم اس سے اظہار بیزاری کریں گے۔ مگر اس میں ادب، شرافت اور اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں گے۔

(چوہدری) عبد الرحمٰن

ڈاکٹر خان صاحب کے بیان کا خیر مقدم

وزیر مواصلات پاکستان ڈاکٹر خان صاحب نے ایمپلائمنٹ ایکسچینج کے عملہ کو خطاب کے دوران میں کہا:

وقت آ گیا ہے کہ ملک کے ممبران اسمبلی اپنے فرائض کا احساس کریں اور سیکرٹریٹ میں گھومنے پھرنے اور محکمہ جاتی سربراہوں سے اپنے آدمیوں کی سفارش کر کے ملک کے انتظام میں مداخلت کرنے کی بجائے اپنے رائے دہندوں کی بے لوث خدمت کریں۔ انہیں چاہئے کہ وہ اپنے انتخابی حلقے کے ہر ایک حصہ میں بسنے والے ووٹر تک پہنچیں اور اس کی تکالیف اور ضروریات معلوم کریں۔ اور خیال رکھیں کہ ان کے ووٹروں کو تعلیم، علاج، ملازمت اور پیشہ کی سہولتیں حاصل ہیں:

ہمیں وزیر مواصلات کے ان خیالات کے ساتھ پورا پورا اتفاق ہے۔ دراصل ممبران اسمبلی عوام کے خادم ہوتے ہیں۔ اور انہیں -/۵۰۰ روپے ماہوار الاؤنس صرف اسی لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے حلقہ میں غریب ووٹر کے پاس پہنچیں۔ ان کی ضروریات معلوم کر کے افسران بالا کو ان سے آگاہ کریں۔ لیکن نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ موجودہ دور میں ممبران اسمبلی اس الاؤنس کو بالکل ذاتی تنخواہ سمجھتے ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ عام ووٹروں کے اجتماعی کاموں میں حصہ لیں ایک مخصوص طبقہ کے ذاتی کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ جن سے انہیں امید ہوتی ہے کہ یہ تمام حلقہ میں اپنے اثر و رسوخ سے آئندہ ووٹ دلا سکتے ہیں۔

جہاں ممبران اسمبلی کی طرف سے ان کے فرائض میں کوتاہی ہے وہاں ہمارے ووٹر بھی ووٹ استعمال کرتے وقت چند سکوں کی جھنکار پر اپنا ضمیر فروخت کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ممبران اسمبلی منتخب ہو کر ووٹروں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔ اس لئے ہم مشورہ دیں گے کہ ووٹر حضرات اپنے فرض کا احساس کرتے ہوئے صحیح نمائندہ کو منتخب کریں۔ خواہ غریب ہو یا امیر اور ممبران اسمبلی منتخب ہو جانے کے بعد قوم کے ٹیکسوں سے دئیے گئے ماہوار الاؤنس کو تنخواہ نہ سمجھیں بلکہ اسے ووٹروں کی خدمت کرنے میں صرف کریں۔ ان کے پاس جائیں ان کی تکالیف معلوم کریں۔ اور ان کے اجتماعی کاموں میں افسران بالا سے مل کر امداد کریں اور اپنے فرائض سے سرخروئی حاصل کریں۔

مارشل لا کے اسیر

لاہور کے چند ممتاز علمائے دین نے ایک اپیل شائع کی اور پھر سیاسی رہنماؤں، ارکان اسمبلی، مدیران جرائد اور وکلاء نے بھی اپنے ایک مشترکہ بیان میں گورنر جنرل پاکستان، مرکزی حکومت اور پنجاب کی نئی قیادت سے اپیل کی کہ اسیران مارشل لاء کی باقیماندہ میعاد قید کو منسوخ کر دیا جائے۔ الحمد للہ کہ مرکزی حکومت نے مولانا مودودی مولوی عبد الستار خان نیازی اور ان کے چار دوسرے ساتھیوں کی باقی ماندہ سزا معاف کر دی ہے اب صرف چھ اسیران مارشل لاء رہ گئے ہیں جن کی جیل سے جلد رہائی کی درخواستوں کی سماعت ۱۳ر جون کو ہو گی۔ ان کے نام محمد نذیر، اللہ دتہ، عبد الخالق، عبد القیوم شوکت اور بشیر احمد ہیں۔

محمد نذیر کو ۱۴ سال کی عمر قید، اللہ دتہ اور عبد الخالق کو ۷ سال اور عبد القیوم، شوکت اور بشیر احمد کو ۵ سال کی سزا دی گئی ہے۔ ہم کسی تبصرہ کے بغیر حکومت پاکستان سے صرف اتنی درخواست کریں گے کہ وہ مزید دریا دلی کا ثبوت دے کر باقی ماندہ اسیران مارشل لاء کو بھی عام معافی دیدے۔ اور اس طرح جمہور پاکستان کے دلوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے۔

قضیہ افغانستان

گذشتہ دنوں افغانستان میں جو حالات ہوئے اور جس طرح سے پاکستانی پرچم کے ساتھ ناروا سلوک کیا گیا۔ اس کے

خدام الدین لاہور
ہفت روزہ

جلد ۱ - ۱۳ر جون ۱۹۵۵ء شمارہ ۳

پیش نظر حکومت پاکستان جس قسم کا اقدام کرے ہم اس کا خیر مقدم کریں گے۔ لیکن ہماری یہ دعا ہے کہ جو اسلامی ملک پاکستان اور افغانستان کے مابین مصالحت کی کوشش کر رہے ہیں وہ اپنے نیک ارادوں میں کامیاب ہو جائیں۔ اور اس طرح سے دو اسلامی ملک آپس کی لڑائی سے بچ جائیں۔ اور دور بیٹھے ہوئے اسلام دشمن عنصر کو کوئی فائدہ نہ پہنچے۔

محترمہ فاطمہ جناح کا پیغام

محترمہ فاطمہ جناح نے عید کے موقع پر جو پیغام ملت کے نام نشر کیا ہے اس کے اقتباسات درج ذیل ہیں:

(۱) گذشتہ چند ماہ میں ملک کو خوفناک سیاسی زلزلوں سے سابقہ پڑا جو طریقے استعمال کئے گئے وہ بہ اعتبار نوعیت باوقار نہ تھے۔

(۲) ان سے یہ دردانگیز حقیقت نمایاں ہو گئی کہ جمہوری اداروں پر منحوس و نامبارک سائے چھا گئے ہیں۔ اور جس خارجی عنصر سے ہم نے سالہا سال کی سخت جدوجہد کے بعد آزادی حاصل کی تھی انہیں پھر ہمارے معاملات میں عمل و دخل کے لئے اپنا خطرناک ہاتھ بڑھانے کی جرأت ہو رہی ہے۔

(۳) ہم نے جس معاشرے کی تعمیر کا خواب دیکھا تھا اس کا پورا ہونا تو درکنار ہم ابھی تک اس کی بنیادیں بھی استوار نہیں کر سکے۔

(۴) ملک میں نمایندہ سیاسی جماعتوں کو بے اثر بنانے کے لئے منظم کوششیں ہو رہی ہیں۔ حالانکہ قوم کے اجتماعی ارادے کے اعلان و اظہار کے لئے سیاسی جماعت بندی کا نشو و ارتقا نہایت ضروری ہے۔

(۵) پاکستان کی آزادی و سیادت کو شدید خطرہ لاحق ہے۔ اور ملک کو پھر غلامی کی طرف لے جانے کے رجحانات ترقی پذیر ہیں۔

یہ بیان یقیناً ارباب اختیار کے لئے خوشگوار نہیں ہے۔ لیکن پاکستانی عوام کی صحیح ترجمانی کرتا ہے اور اس دور میں جب کہ کوئی بھی سیاسی جماعت یا عوامی لیڈر برسر اقتدار گروہ کی غلطیاں یا لغزشیں بیان کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا محترمہ فاطمہ جناح نے نہایت ہی دلیری سے کام لیا ہے۔ ہماری رائے میں ہر سال ایک بیان جس میں عوام کے جذبات کی رگ حریت کو تھوڑا سا چھیڑ دیا جائے کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ کوئی مستقل لائحہ عمل اختیار کر کے عوام اور برسر اقتدار طبقہ میں اختلاف کی جو خلیج حائل ہو رہی ہے اس کو پاٹ دیا جائے۔ ہم محترمہ فاطمہ جناح سے عرض کریں گے کہ وہ اس مقام پر ہیں جہاں دونوں گروپ آپ کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے طیار ہیں۔

مسلمان عوام ان کے ساتھ ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ مردہ مسلم لیگ میں جان ڈالنے کی بجائے کسی عوامی پارٹی کی بنا ڈال کر پاکستان سے رشوت، خیانت، چور بازاری، بد دیانتی، اور لوٹ کھسوٹ کو ختم کرنے کی کوشش فرمائیں۔ ممکن ہے اس طرح سے اقتدار کی کرسیوں کی جنگ میں اونچا طبقہ بھی راہ راست پر آ جائے اور ہر وہ سیاست دان جو اپنی ذاتی اغراض کے لئے نہایت ہی مکروہ اور گھناؤنی قسم کی سازباز کرتا ہے مجبوراً قوم کی اصلاح کی تدابیر سوچے۔

نظام تعلیم

پنجاب کے نئے وزیر تعلیم چودھری نصیر احمد ملہی نے ایم۔ اے۔ او کالج کے جلسہ تقسیم اسناد میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ نظام تعلیم کو نئے قومی مقاصد سے الگ کر کے دیکھنا نئی نسلوں پر ظلم کرنا ہے۔ آزادی سے پہلے ہماری تعلیم کا مقصد سامراجی اقتدار کی ہوا خواہی اور غیر ملکی اقتصادی استحصال کا جواز پیدا کرنا تھا۔ مگر ۱۹۴۷ء کے بعد ہمارے قومی مقاصد یکسر بدل چکے ہیں۔ اور اب ہمارے نظام تعلیم کو جمہوری آزادی اور اقتصادی خوشحالی کی روشنی میں مرتب ہونا چاہیئے۔ وزیر تعلیم نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ نظام تعلیم کو نئے قومی مقاصد کے سانچے میں ڈھالنے کا ابھی تک کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔ وہی پرانا نظام رائج ہے۔ جو جوانوں میں غلامانہ ذہنیت پیدا کرتا ہے۔ وہ اپنے ملکی اداروں سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ انہیں اپنی سرزمین تک سے نفرت ہونے لگتی ہے آپ نے مزید فرمایا۔ امیروں کی تعلیم اور غریبوں کی تعلیم کے درمیان بہت بڑی خلیج حائل کر دی گئی۔ اور تعلیمی سہولتیں صرف امراء کے بچوں کے لئے مخصوص کر دی گئی ہیں۔

وزیر تعلیم نے اپنے اس خطبہ میں نہایت ہی اچھی اور سچی باتیں کہی ہیں۔ ہم صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ان نظریات کو عملی جامہ کب تک پہنایا جائے گا۔ آزادی کے آٹھ قیمتی سال گذر چکے ہیں۔ ان نظریات کو ہر برسر اقتدار گروہ نے پیش کیا۔ اور کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار بھی کیا گیا۔ لیکن کسی نے بھی انہیں عملی جامہ نہیں پہنایا۔ امید ہے کہ ہمارے نئے وزیر تعلیم اس طرف عملی قدم اٹھاتے ہوئے نظام تعلیم کو کچھ اس طرح سے بدلیں گے کہ اس سے اسلامی تعلیم کا بھی بندوبست ہو تاکہ جہاں اس چالیس سالہ عارضی زندگی کو احسن طریقہ سے بسر کرنے کے مواقع پیدا کئے ہیں۔ وہاں کچھ دینی تعلیم کا بندوبست بھی ہو۔ تاکہ موت کے بعد آنے والی ایک مستقل زندگی بھی اچھی طرح سے گذر سکے۔ اور کہیں اس دنیا کی عزت دوسری دنیا کی ذلت سے نہ بدل جائے۔

ع۔ م چوہان
ایڈیٹر

دُعا

اثر صہبائی

تاریکیٔ باطل میں ہے مستور کہیں حق
باطل پہ کہیں حق کا ملمع بھی چڑھا ہے
کام آتی نہیں شمع یہاں عقل و خرد کی
کچھ بھی نظر آتا نہیں یہ کیا ہے! وہ کیا ہے!
پہچان سکوں جس سے کہ یہ حق ہے وہ باطل
جلووں میں ترے کیا کوئی ایسی بھی ضیا ہے!
یارب مری آنکھوں کو وہ تنویر عطا کر!
ہنگامۂ باطل ہے بپا بزم جہاں میں
جی میں ہے کہ ہنگامۂ باطل کو مٹا دوں
ہیں روئے حقیقت پہ جو تاریک سے پردے
ان پردوں کو میں روئے حقیقت سے اٹھا دوں
ایسی کوئی شمشیر ترے پاس اگر ہے!!
جس سے سر ابلیس کو اک دم میں اڑا دوں
یارب میرے ہاتھوں کو وہ شمشیر عطا کر
مٹ جائے یہ بیداد، یہ ظلم اور جہالت
معمور ہوں دل جذبۂ اخلاص و وفا سے
ہر لب پہ سلام اور دعا کے ہوں ترانے
ہر آنکھ منور ہو محبت کی ضیا سے
وہ لطف ہو، وہ کیف ہو، وہ وجد، وہ مستی!
یہ بزم جہاں رقص میں ہو ذوق دعا سے
یارب میری آہوں کو وہ تاثیر عطا کر
معصوم جو ہو صبح بہاراں سے زیادہ
تنویر میں جو ہو مہ و خورشید سے بڑھ کر
انوار صداقت کے ہوں ہر ایک کرن میں
جو ہو مئے الفت کا چھلکتا ہوا ساغر
ہر آنکھ کو جس میں ترا جلوہ نظر آئے
جو ہو تری تصویر کا آئینہ سراسر
یارب مجھے وہ اختر تقدیر عطا کر

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کا ایک خط

بنام مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

لاہور
۵ ستمبر ۱۹۳۴ء

مخدومی! السلام علیکم!

والا نامہ ابھی ملا ہے جس کے مضمون سے بہت تسکین ہوئی۔

انجمن حمایت اسلام کا صدر مجھے منتخب کیا گیا تھا مگر میں نے بعض وجوہ سے استعفےٰ دیدیا ہے۔ کونسل میں اختلاف ہے اور عام حالت اس انجمن کی اچھی نہیں ہے۔ بعض ارکان ذاتی اغراض سے اس میں داخل ہیں اور ان کے نزدیک انجمن ان اغراض کے حصول کا ذریعہ ہے اور بس۔ اس وقت وہی جماعت جلسہ کی تیاریاں کر رہی ہے۔ مگر آپ ضرور تشریف لایئے۔ یہاں کے لوگوں کو ختم نبوت کے مسئلے میں بڑی دل چسپی ہے۔ اور آپ کی تقریر انشاء اللہ بے حد توجہ سے سنی جائے گی۔ اس کے علاوہ میں ایک مدت سے آپ کی ملاقات کا اشتیاق رکھتا ہوں۔ میرے ہی غریب خانہ پر ٹھہریئے۔ یہاں سے انجمن کی جلسہ گاہ کچھ دور نہیں موٹر پر چھ منٹوں کی راہ ہے

جناب مشرقی امرتسر کے رہنے والے ہیں نوجوان آدمی ہیں کیمبرج میں ریاضی کا اعلیٰ امتحان پاس کیا۔ ہندوستان واپس آئے۔ تو کچھ مدت کے لئے پشاور کالج کے پرنسپل رہے۔ اس کے بعد گورنمنٹ آف انڈیا کے محکمہ تعلیم میں رہے۔ آج کل غالباً کسی سرکاری اسکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ مجھے ان کی قابلیت کا حال زیادہ معلوم نہیں۔ مگر اس کتاب کے ریویو سے کچھ معلوم ہوا۔ وہ یہ ہے کہ مغربی افکار پر بھی ان کی نظر نہایت سطحی ہے۔ باقی تفسیر قرآن و تاریخ اسلام کے متعلق آپ مجھ سے بہتر اندازہ کر سکتے ہیں۔ ان کی کتاب کے متعلق یہاں عجیب و غریب افواہیں ہیں زبانی عرض کروں گا۔

جناب مشرقی جہاں تک مجھے معلوم ہے خود مہدی نہیں ہیں امت مسلمہ سے ممکن ہے کہ ان کا تعلق ہو کیونکہ آج کل امت مسلمہ کا سنٹر امرتسر ہے۔ بہائی فرقہ سے بھی جہاں تک مجھے معلوم ہے ان کا تعلق نہیں ہے مختصر یہ ہے کہ یورپین افکار کی تاریخ کا اعادہ آج کل دنیائے اسلام میں ہو رہا ہے۔ ان حالات میں جو اس وقت کیفیت آپ کے قلب کی ہے وہ ایک حد تک نیچرل امر ہے۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ جو کام کر رہے ہیں وہ امت مسلمہ کے لئے ازبس مفید ہے۔

دنیائے اسلام اس وقت ایک روحانی پیکار میں مصروف ہے۔ اس پیکار و انقلاب کا رُخ متعین کرنے والے قلوب و اذہان پر شک و نا امیدی کی حالت کبھی کبھی پیدا ہو جاتی ہے مجھے یقین ہے کہ آپ کا قلب قوی ہے اور ذہن ہمہ گیر۔ آپ اس حالت سے جلد نکل جائیں گے یا صوفیہ کی اصطلاح میں یوں کہیے کہ اس مقام کو جلد طے کر لیں گے۔ آپ قلندر ہیں اور وہ قلندر جس کی نسبت اقبال نے یہ کہا ہے ؎

قلندراں کہ براہ تو خرقہ می پوشند
ز شاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند
بجلوت اند و کمندے بہ مہر و مہ پیچند
بخلوت اند و زمان و مکاں در آغوشند
دریں جہاں کہ جمالِ تو جلوہ ہا دارد
ز فرق تا بہ قدم دیدہ و دل و گوشند
بروز بزم سراپا چو پرنیان و حریر
بہ روز رزم خود آگاہ و تن فراموشند

آپ اس جماعت کے پیش خیمہ ہیں۔ اس جماعت کا دنیا میں عنقریب پیدا ہونا قطعی اور یقینی ہے۔ باقی جس راہ پر آپ اس سے پہلے قدم زن تھے اس کے متعلق انشاء اللہ بوقت ملاقات گفتگو ہوگی۔

ہندوستانی نیشنلزم[1] کی انتہا یہی تھی جو آپ کے مشاہدہ میں آگئی۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہو گا۔ یہ خط بستر پر لیٹے لیٹے لکھا ہے۔ آج طبیعت بہت مضمحل ہے۔ بدخطی معاف فرمایئے گا۔

مخلص
محمد اقبال

[1] کانگرس کی طرف اشارہ ہے۔

علامہ اقبالؒ کا یہ مکتوب جو انھوں نے مولانا سید سلیمان ندوی کے نام ۵ ستمبر ۱۹۳۴ء کو تحریر کیا یہ ظاہر کر رہا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت سے مسلمانان پنجاب کو آج سے اکیس سال پہلے بھی کس قدر دل بستگی تھی جس کا اظہار علامہ اقبال مرحوم و مغفور کو اپنے اس مکتوب میں کرنا پڑا۔ علامہ مرحوم کو اگر زندگی کے ایام نے مزید فرصت دی ہوتی اور وہ اپنی آنکھوں سے اس مسئلہ سے مسلمانان پنجاب کی دل بستگی ہی نہیں بلکہ قربانی کا مظاہرہ دیکھتے اور پھر ان کا نظریہ کیا ہوتا قارئین خود اندازہ فرما سکتے ہیں۔

بزرگانِ تصوف کے اقوال

(منجانب حکیم ماسٹر محمد ثناء اللہ عرفانی قادری، لاہور)

(۱) علمیت حیات اور جہلیت ممات ہے
(۲) خدا سے ڈرنے ہی کا نام علم ہے
(۳) عالم زبان، جاہل دل مفید نہیں ہوتا
(۴) ظاہر باطن کا عنوان ہے
(۵) علم ظاہر ظاہر کی، علم باطن، باطن کی روشنی ہے
(۶) تیرا ظاہر و باطن یکساں ہونا چاہیئے۔
(۷) تھوڑا کھرا، زیادہ کھوٹے سے بہتر ہے۔
(۸) ثبات بمنزلہ ثبات ہے
(۹) بلا کے سبب الٰہ سے نہ بھاگ
(۱۰) رضاء بالقضاء کو کبھی نہ بھول
(۱۱) باطنی جہاد ظاہری جہاد سے مشکل ہے۔
(۱۲) مومن اول باطنی دوم ظاہری عمارت بناتا ہے
(۱۳) عزلت گزینی اور گوشہ نشینی کو دوست رکھ
(۱۴) خلوت اور جلوت میں خدا سے مراقبہ کر۔
(۱۵) عمل (مجاہدہ) ضروری ہے
(۱۶) شیطان نفس ہی کے راستے سے قائد ہو سکتا ہے
(۱۷) خلق اور نفس دو دریا۔ وہ آگ اور وہ جنگل ہلاک ہیں
(۱۸) مصائب کا چھپانا عرش کے خزانوں میں سے ہے (حدیث)
(۱۹) خدا کو چاند سورج کی طرح دیکھ لو گے (حدیث)
(۲۰) خدا سے ڈرنے میں کرامت اور معصیت میں ندامت ہے
(۲۱) عارف کی دو ظاہری اور دو باطنی آنکھیں ہوتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

محمد میاں صدیقی

امام بخاری کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبۃ البخاری الجعفی۔ امام بخاری کے جد امجد بردزبۃ مجوسی تھے۔ اور اسی ملت پر ان کا انتقال ہوا۔ بردزبۃ کے فرزند ابراہیم بخارا کے حاکم یمان جعفی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ دیار عرب میں چونکہ یہ دستور عام تھا کہ جس کے ہاتھ پر اسلام لاتے تھے اس سے ایک خاص تعلق اور ربط ہوتا تھا جس کو ولاء سے تعبیر کرتے تھے۔ اور اس کی شاخیں اتنی دور دور تک پھیلی تھیں کہ اسی رشتہ سے اپنی نسبتیں قائم کر لیتے تھے۔ امام بخاری کو بھی جعفی اسی رشتہ سے کہا جاتا ہے۔ ورنہ امام اس خاندان سے نہ تھے۔

امام بخاری کے والد اسماعیل جلیل القدر علماء اور حماد بن زید کے شاگردوں میں سے تھے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی کا بھی شرف آپ کو حاصل تھا۔ امام بخاری ۱۳ شوال ۱۹۴ھ بعد نماز جمعہ بخارا میں پیدا ہوئے۔ امام بخاری ابھی کم سن ہی تھے کہ شفیق باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور تعلیم و تربیت کے لئے صرف والدہ کا سہارا باقی رہ گیا۔ شفیق باپ کا سایہ اٹھ جانے کے بعد ماں نے امام کی پرورش شروع کی اور تعلیم و تربیت کا انتظام کیا۔ امام نے ابھی اچھی طرح آنکھیں کھولی بھی نہ تھیں کہ بینائی جاتی رہی۔ اس المناک سانحہ سے والدہ کو شدید صدمہ ہوا۔ انھوں نے بارگاہ خداوندی میں آہ و زاری کی اور عجز و نیاز کا دامن پھیلا کر اپنے لاثانی بیٹے کی بینائی کے لئے دعائیں مانگیں۔ ایک مضطرب، بے وسیلہ اور بے سہارا ماں کی دعائیں تھیں، قبولیت کے در وا ہو گئے۔ رات کو ابراہیم خلیل اللہ کو خواب میں دیکھا۔ فرما رہے ہیں۔ جا اے نیک خو تیری دعائیں قبول ہوئیں۔ اور تیرے لخت جگر کو پھر نور نظر سے نوازا گیا۔ صبح کو اٹھتی ہیں تو دیکھتی ہیں کہ بیٹے کی آنکھوں کا نور لوٹ آیا۔

امام بخاری کو کم سنی سے ہی حدیث کا بے پناہ شوق تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قدرت نے امام کی تخلیق صرف حدیث ہی کے لئے کی تھی۔ امام بخاری مکتب میں ابتدائی تعلیم میں مشغول تھے اور عمر بھی صرف دس برس تھی مگر حدیث کا بے پناہ شوق دامنگیر تھا۔ جب کبھی کوئی حدیث سنتے فوراً یاد کر لیتے۔ دس سال کی عمر میں امام بخاری نے مدرسہ چھوڑ دیا۔ اور اپنے زمانہ کے زبردست محدث داخلی کے درس میں شریک ہونے لگے۔ ایک مرتبہ امام بخاری داخلی کے حلقہ درس میں تھے۔ انھوں نے لوگوں کو ایک سند سنانا شروع کی۔ اور اس طرح سند ذکر کی کہ سفیان عن ابی الزبیر عن ابراہیم۔ امام بخاری نے فوراً ٹوکا اور عرض کیا کہ ابوالزبیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے۔ داخلی نے پہلے تو امام بخاری کو طفل مکتب سمجھ کر جھڑک دیا۔ مگر پھر جا کر اپنی اصل کتاب کی مراجعت کی اور اس میں دیکھا تو اسی طرح ٹھیک پایا۔ جس طرح امام بخاری نے کہا تھا۔ داخلی واپس آئے اور امام سے کہا کہ اچھا میاں بتلاؤ یہ سند کس طرح صحیح ہے۔ بخاری نے کہا۔ ابراہیم سے روایت کرنے والے زبیر ہیں۔ اور یہ عدی کے بیٹے ہیں ابوالزبیر نہیں۔ داخلی نے اس وقت قلم اٹھایا اور اپنے لکھے ہوئے کی اصلاح کی اور فرمایا جو تم نے کہا وہی ٹھیک ہے۔

جب امام کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو آپ نے قضایائے صحابہ کے سوال سے ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے مدینہ منورہ میں اس مقدس مقام پر بیٹھ کر کتاب التاریخ لکھنا شروع کی جس کے بارہ میں حضور سرور کونینؐ کا ارشاد ہے "مابین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ" آپ حضور کے روضۂ اقدس کے قریب بیٹھ کر قندیل و چراغ نہ ہونے کے باعث چاندنی راتوں میں اپنی املاء کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ نے یہ کتاب مکمل فرمائی۔ خود امام بخاری فرمایا کرتے کہ کتاب التاریخ میں کوئی ایسا نام نہیں جس کا قصہ مجھے یاد نہ ہو۔ لیکن اس ڈر سے وہ تمام قصے اپنی کتاب میں درج نہیں کئے کہ یہ کتاب پھر کتاب نہیں ایک دفتر اور کتب خانہ بن جائے گی۔

امام بخاری فطرتاً قوی الحافظہ تھے۔ امام نے فطرت کی اس فیاضی سے فن حدیث کے حصول میں بہت فائدہ اٹھایا۔ استاد سے جو حدیث سنتے یاد کر لیتے۔ جس عبارت کو سرسری طور سے بھی پڑھ لیتے وہ امام کے ذہن پر کبھی نہ مٹنے والا نقش بن جاتی۔ امام صاحب کے ہم سبق امام کی بے فکری پر تعجب کا اظہار کرتے۔ کبھی امام کو مشفقانہ لہجہ میں حدیث لکھنے کی ترغیب دیتے۔ کبھی ملامت کرتے اور کبھی تلخی برتتے اور کہتے کہ میاں جب تم لکھتے نہیں تو آتے کیوں ہو!

حاشد کہتے ہیں کہ پندرہ سولہ روز یوں ہی گزر گئے۔ ایک روز امام نے تنگ آ کر کہا۔ کہ اب تمہاری ملامت کی حد ہو گئی۔ لاؤ اپنے دفتر نکالو اور دکھلاؤ کہ تم نے کیا لکھا ہے! ہم اس وقت تک پندرہ ہزار سے زیادہ حدیثیں لکھ چکے تھے۔ سب نے اپنے دفتر امام بخاری کے سامنے لا کر رکھ دئے۔ امام نے تمام حدیثیں بھری مجلس میں زبانی سنا دیں۔ اور ہم نے جان لیا کہ جو خزانہ ہمارے کاغذوں کا رہین منت ہے وہ امام کے سینے میں محفوظ ہے اور سب کو یقین کامل ہو گیا کہ امام سے سبقت لے جانا کسی کے بس کی بات نہیں۔

امام کو علم کی بزم میں آئے چند سال بھی نہ گزرے تھے کہ ہر طرف ان کے خداداد حافظہ کا شہرہ ہو گیا۔ جہاں جہاں امام بخاری کا مقدس وجود پہنچتا تھا۔ وہاں وہاں اس سے پہلے ان کا نام پہنچ جاتا تھا۔ اور جب کسی آبادی میں قدم رکھتے تو وہاں کی محفلیں علم و ادب کی ضوفشانی سے منور اور تاباں ہو جاتیں۔ آس پاس کے تشنگان علم امام پر ٹوٹ پڑتے اور امام کے گرد و پیش علم و عمل کے پروانوں کا ہجوم ہو جاتا۔

دارمی عمر میں امام سے بڑے تھے۔ لیکن فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم میں سب سے بڑے عالم، سب سے بڑے فقیہ، سب سے زیادہ علم کے شیدا، اور سب سے زیادہ جفاکش امام بخاری ہیں۔ اور یقیناً یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ اس زمانہ کے بڑے اساتذہ اور محدثین شیوخ امام بخاری کے سامنے اس وقت زانوئے ادب تہ کرتے جب کہ ان کی لوح وجود پر جوانی و پختگی کا ایک بھی خط ابھرا نہ ہوا تھا۔ ابن خلقان لکھتا ہے کہ امام بخاری کو حدیث کا بے پناہ شوق اطراف و امصار میں کشاں کشاں لئے پھرتا تھا۔ ضروریات سفر محدود ہونے کے باوجود امام بخاری نے اپنے وطن سے نکل کر دیار عرب کو چھانا۔ جلیل القدر محدثین سے استفادہ کیا۔ خراسان، حجاز، عراق اور شام کے مختلف علاقوں کی علمی سیاحت کی اور کوئی ملک ایسا نہ چھوڑا جس کے خرمن فیض سے خوشہ چینی نہ کی ہو۔

امام بخاری سے پہلے ابن جریج، اوزاعی، سفیان ثوری، اور اسد بن موسیٰ وغیرہ احادیث کے مجموعے مسانید لکھ چکے تھے۔ جب امام بخاری نے ان تصانیف کو دیکھا تو انھوں نے سوچا کہ یہ کتابیں اپنی ترتیب تدوین کے اعتبار سے بہترین اور یگانہ ہیں۔ مگر یہ دیکھ کر کہ ان مجموعوں میں صحیح حدیثوں کے ساتھ ضعیف حدیثیں بھی کافی جمع کر دی گئی ہیں۔ امام کی ہمت عالی صحیح حدیثوں کے انتخاب کے لئے آمادہ ہوئی۔ اس محرک کے علاوہ امام بخاری اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں رہ چکے تھے۔ انھوں نے فرمایا تھا۔ کاش کوئی ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں صرف صحیح حدیثیں ہوں۔ یہ بات سب نے سنی لیکن دل میں اسی کے بیٹھی جس کے نصیب میں یہ عظیم الشان کام روز ازل سے مقدر ہو چکا تھا۔

امام نے ایک جامع صحیح تصنیف فرمانے کا ارادہ فرما لیا۔ اسی اثنا میں امام نے خواب دیکھا کہ حضور علیہ السلام کے سامنے کھڑا پنکھا جھل رہا ہوں۔ اور حضور کے گرد و پیش سے مکھیاں اڑا رہا ہوں۔ فن تعبیر کے ماہرین سے جب اس کی تعبیر پوچھی گئی تو انھوں نے بتلایا کہ

(باقی ص ۹ پر)

(بقیہ امام بخاری ص۲ سے آگے)

حضور علیہ السلام کے کلام سے کذب و افترا کی مکھیاں دُور کروگے۔ اس خواب نے امام کے عزم پر توثیق کی مُہر لگا دی۔ اور آپ نے اس عدیم النظیر کارنامہ کو انجام دینے کے لئے کمر ہمت کس لی۔ اور ان چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب شروع کیا جو آپ کے خداداد حافظہ میں محفوظ تھیں۔

آپ نے بخاری کی ترتیب و تالیف میں صرف علمیت ذکاوت اور حفظ ہی کا زور خرچ نہیں کیا۔ بلکہ خلوص، دیانت، تقویٰ اور طہارت کے بھی آخری مرحلے ختم کر ڈالے اور اس کتاب کی ترتیب و تدوین اس شان سے شروع کی کہ جب ایک حدیث لکھنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے غسل فرماتے دو رکعت نماز پڑھتے۔ بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہوتے اور اس کے بعد ایک حدیث تحریر فرماتے۔ غالباً اس بزم آب و گل میں آج تک اس شان سے کسی مصنف نے تصنیف و تالیف نہ کی ہوگی۔ اور صرف حدیث لکھتے وقت ہی نہیں ابواب و تراجم لکھتے وقت بھی اسی بے مثال خلوص، اور تقویٰ کا مظاہرہ فرماتے۔ اس سخت ترین جانکاہی اور دیدہ ریزی کے بعد سولہ سال کی طویل مدت میں یہ عظیم الشان کتاب زیور تکمیل سے آراستہ ہوئی۔ اور صفحہ ہستی پر ایک ایسی تصنیف عالم وجود میں آگئی جس کا لقب بلا کسی کم و کاست "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" قرار پایا۔ امت کے ہزاروں اور لاکھوں محدثین نے سخت سے سخت کسوٹی پر کسا جانچا، تولا اور پرکھا۔ مگر جو لقب اس مقدس تصنیف کے لئے من جانب اللہ مقرر ہوچکا تھا۔ وہ پتھر کی کبھی نہ مٹنے والی لکیر بن گیا۔ امام بخاری کی اور تصانیف بھی بہت ہیں۔ اگرچہ جامع صحیح کی تابانی اور جلوہ ریزی نے ان کی ضیا باری اور ضوفشانی کو دھندلا کر دیا۔ لیکن ان میں سے بھی ہر ایک اپنی جگہ ایک عظیم ترین علمی ذخیرہ ہے۔ الادب المفرد، تاریخ کبیر، کتاب الضعفا، تفسیر کبیر، کتاب الہبہ کتاب العلل اور المبسوط آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

امام بخاری ۱۸ سال ہی کی عمر میں فاضل اجل ہوگئے تھے آپ نے فناء جامع کے لئے محمد بن یوسف کی ڈیوڑھی میں درس شروع فرمایا۔ یہ زمانہ آپ کے عنفوان شباب کا زمانہ تھا۔ امام صاحب کے علمی تبحر کی شہرت ایسی عام ہوگئی تھی کہ دور دور سے لوگ حدیث کا درس سننے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے تھے۔ حفظ حدیث کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے محدث آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اسحاق بن راہویہ جن کو اپنی ہمہ دانی پر فخر و ناز تھا۔ ایک مرتبہ امام سے ملے اور اپنے متعلق فرمانے لگے کہ میں ایسے شخص سے واقف ہوں جس کے حلقہ دماغ میں ستر ہزار حدیثیں محفوظ ہیں۔ امام صاحب نے برجستہ فرمایا۔ الحمد للہ اس نگارخانے میں ایک ایسا شخص بھی ہے جو دو لاکھ حدیثوں پر عبور رکھتا ہے۔

جب امام بخاری بصرہ تشریف لے گئے اس وقت ابن مروزی کے بیان کے مطابق امام کا سن بمشکل ۲۶ یا ۲۷ برس تھا۔ اس لئے یہ کہنا قرین قیاس ہے کہ آپ کا یہ سفر ۲۲۱ھ میں پیش آیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ بصرہ علم و ادب کی راجدھانی بنا ہوا تھا۔ صحابہ و تابعین کی زندہ یادگاریں موجود تھیں اور ہر سو علم کی تابانی تھی۔ اور شہر بڑی عمر کے علماء اور فضلاء سے ابھی خالی نہیں ہوا تھا۔ امام کی ذات سب کو اچنبھے میں ڈالے ہوئے تھی۔ امام کی کم سنی اور علم و فضل کی فراوانی مزید حیرت و استعجاب کا باعث بنی ہوئی تھی۔ آپ کی آمد سے بصرہ کی مجلسوں میں اچھا خاصا ہنگامہ بپا ہوگیا۔ علمائے شہر نے امام کے امتحان کی ٹھانی اور ایک علمی مجلس کا اہتمام کیا۔ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرکت کی دعوت دی۔ امام نے بڑی انکساری سے اپنی تہی دامنی کا اعتراف کرتے ہوئے انکار فرمادیا۔ مگر امام کے انکار پر علمائے شہر کا اصرار بڑھتا رہا۔ آخر دعوت قبول کر لینی پڑی۔ جامع مسجد میں آپ کی آمد کا اعلان کر دیا گیا۔ ہزاروں لوگ جمع ہوگئے۔ علماء نے درخواست کی کہ ہمیں اپنے علم سے مستفیض ہونے کا موقع دیجئے۔ اور کچھ حدیثیں لکھائیے۔ امام نے فرمایا۔ آپ نے مجھ سے حدیثیں لکھوانے کے لئے کہا ہے۔ آج میں آپ لوگوں سے ایسی حدیثیں روایت کروں گا۔ جن کے راوی آپ ہی کے شہر کے ہیں۔ مگر آپ کو ان کا علم نہیں۔ اس جملے نے حاضرین مجلس کو حیرت میں ڈال دیا۔ آپ نے تمام حدیثیں ایسی ہی سنائیں۔ تمام علما سمجھ گئے کہ بخاری کا علم، حافظہ اور ذہن سب ہی غیر معمولی ہیں۔ اور حاضرین مجلس امام کی طفلانہ صورت اور عالمانہ سیرت پر انگشت بدنداں رہ گئے۔

امام بخاری صرف زبردست عالم اور محدث ہی نہیں بلکہ دولت مند اور صاحب ثروت بھی تھے۔ آپ کو اپنے والد کی میراث سے بہت کچھ مال و جائیداد ملا ہوا تھا۔ اس روپیہ سے آپ غلاموں کی تجارت کیا کرتے تھے پانچ سو درہم ماہانہ سے زائد آپ کی آمدنی تھی۔ لیکن اس آسودہ حالی کے باوصف زاہدانہ زندگی گزارتے تھے۔ اور اتنا مال و دولت ہوتے بھی اتنے محتاط تھے کہ اگر کسی درہم و دینار میں معمولی سا شبہ بھی ہوجاتا تھا۔ تو اسے ہاتھ تک نہیں لگاتے تھے۔ امام خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے زندگی بھر کوئی مشکوک چیز نہ خریدی ہے اور نہ فروخت کی۔ حتی کہ خرید و فروخت ہی نہ کرتے تھے۔ اور وجہ یہ بیان فرماتے تھے کہ خرید و فروخت میں بیکار اور بیہودہ باتیں کرنا پڑتی ہیں۔ اس لئے میں خود خرید و فروخت نہیں کرتا لیکن امام نے اس دولت و ثروت کو کبھی اپنی عیش و عشرت اور تن آسانی کے لئے آلہ کار نہیں بنایا۔ باپ کے ورثہ سے ملی ہوئی تمام دولت اور اپنی کمائی ہوئی کل پونجی طلب حدیث کی دھن میں لٹادی۔

فطرت نے امام کو بڑی غیور اور خوددار طبیعت عطا کی تھی۔ استغنا کا یہ عالم تھا۔ کہ آپ نے بخارا سے جلاوطن ہونا منظور کیا لیکن یہ گوارا نہ کیا۔ کہ اپنی تصانیف لے کر شاہی محلات میں تعلیم کی غرض سے جائیں۔ دین متین کی تعظیم و تکریم یہاں تک مدنظر تھی کہ آپ نے اس کے مقابلہ میں ایک تاجدار اور حکمران کی پروا بھی نہ کی۔ تمام امراء اور حکام آپ کے غیر معمولی علم و فضل کی وجہ سے بہت قدر کرتے تھے۔ لیکن کبھی آپ نے اس بات کی کوشش تک بھی نہ کی کہ شاہان وقت کے عطیوں اور نذرانوں سے ریزہ چینی کریں۔ جو کچھ تھوڑی بہت زمین بچ رہی تھی اس کو مضاربت پر دے رکھا تھا۔ اور اس سے جو کچھ آمدنی ہوتی تھی اس سے گزر اوقات کر لیتے تھے۔ قناعت کے اس مرحلہ پر پہنچ چکے تھے۔ کہ برسوں سالن سے روٹی نہ کھاتے تھے۔ ایک بار بیمار ہوئے تو طبیب کو قارورہ دکھایا گیا۔ طبیب نے قارورہ دیکھ کر کہا کہ یہ تو راہبوں کا سا ہے۔ جو سالن نہیں کھاتے امام سے پوچھا گیا تو اس کی تصدیق کی اور کہا کہ میں نے چالیس برس سے سالن نہیں کھایا۔ صرف سوکھی روٹی پر اکتفا کر لیتا ہوں۔ اطبا نے اصرار کیا اور کہا کہ آپ کی بیماری کا علاج ہی یہ ہے کہ آپ سالن سے روٹی کھایا کریں۔ امام نے انکار فرمادیا۔ اور صرف اتنا قبول کر لیا۔ کہ کھجوروں کے ساتھ کھا لیا کریں گے۔

مقسم بن سعد کہتے ہیں کہ جب رمضان شریف آتا تو آپ کے دوست احباب جمع ہوجاتے۔ آپ ان کے ساتھ نماز پڑھتے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں تلاوت فرماتے۔ سارا قرآن اسی طرح ختم کرتے اور ایک قرآن تہجد میں ختم کرتے اور دن کو ہر روز صبح سے افطار تک ایک قرآن پورا کر لیتے تھے۔

امام بخاری نے دمشق، حجاز، بغداد، بلخ، مصر اور نیشاپور وغیرہ کے سفر کئے مگر افسوس کہ آپ کی علمی سیاحت کی صحیح تاریخیں بتلانے سے مورخین کے قلم خاموش ہیں۔ امام بخاری نے بصرہ، سمرقند اور بغداد کے سفروں میں اپنی خداداد فہم و فراست اور زہد و تقویٰ کا نقش لوگوں کے دلوں پر ثبت کر دیا تھا۔ چار دانگ عالم میں آپ کی شہرت و عظمت کے نغمے گونج رہے تھے۔ جہاں جاتے ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے تھے۔

۲۵۰ھ میں امام نے نیشاپور کا سفر فرمایا۔ اس وقت وہاں امام ذہلی جیسے جلیل القدر محدث چھائے ہوئے تھے۔ مگر امام بخاری نے چند ہی روز میں اپنے فضل و کمال کا سکہ بٹھا دیا۔ امام صاحب نے یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ علمائے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے خرمن فیض سے خوشہ چینی کرنے لگے۔ امام ذہلی نے اپنے مخصوص شاگردوں کو اجازت دیدی تھی کہ وہ بخاری کی مجلسوں میں شریک ہوں۔ اور ان کے علمی دستر خوان سے ریزہ چینی کریں۔ امام کے کمالات نے ان لوگوں کو ایسا گرویدہ بنایا۔ کہ یہ لوگ ان کے مخصوص شاگردوں میں شامل ہوگئے۔ اور امام کے علم و فضل کی ضیا باریوں کے سامنے ذہلی جیسے روشن مینار پھیکے اور ماند پڑنے لگے۔ اس کے بعد ذہلی سے آپ کا خلق قرآن پر اختلاف پیش آیا۔ اور اس علمی اختلاف نے ایسی مکروہ صورت اختیار کی کہ بخاری کو نیشاپور چھوڑ دینا پڑا۔ اور آپ اپنے وطن بخارا لوٹ گئے۔ چند روز بخارا میں آپ راحت و آرام سے رہے۔ بالآخر آپ کی خوددار طبیعت نے یہاں کی سکونت بھی ترک کرادی۔ والی بخارا نے کہا کہ آپ قصر شاہی میں آکر شہزادوں کو تعلیم دیں مگر آپ نے انکار فرمادیا۔ اس کے بعد آپ [illegible]

مرتبہ: چوہدری عبدالرحمن

سلسلۂ عالیہ قادریہ راشدیہ کی مجلسِ ذکر

مسجد لائن سبحان خاں، اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور میں ہر جمعرات کو مغرب اور عشاء کے درمیان مجلسِ ذکر منعقد ہوتی ہے۔ قادری خاندان کے دستور کے مطابق ذکرِ جہر اندھیرے میں ہوتا ہے۔ ذکرِ جہر کے بے شمار فوائد ہیں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ تمام حواس استفادہ ہر طرف سے ہٹ کر صرف ذکر ہی کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اندھیرا ہونے کے باعث نہ صرف آنکھیں ہی ادھر اُدھر نہیں جھانکتی ہیں بلکہ دل و دماغ، زبان اور کان سب ہمہ تن ذکر ہی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

ذیل کے مقامات سے احباب تشریف لا کر ذکر میں شرکت فرماتے ہیں:-

ماڈل ٹاؤن، اچھرہ، باغبانپورہ، مزنگ، نواں کوٹ، کرشن نگر، موہن پورہ، قصوریاں جیسی دور افتادہ بستیوں سے قرب و جوار کے محلات سے بھی مثلاً شیرانوالہ دروازہ، فاروق گنج، حبیب گنج، بادامی باغ، مصری شاہ، بھاٹی دروازہ، اور لنڈا بازار۔

لاہور کے بعض احباب ذکر میں شریک نہیں ہوتے ان کو چاہیئے کہ آئندہ شرکت کے لئے حتی المقدور کوشش کریں۔ اس غفلت سے وہ جتنا اپنا روحانی نقصان کر رہے ہیں اس کا غالباً ان کو احساس نہیں۔ ہم بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہیں کہ وہ ان کو اس نقصان کا احساس دلا کر آئندہ شرکت کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین!

چند احباب ضلع شیخوپورہ، لائل پور اور گوجرانوالہ سے بھی آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو استقامت عطا فرمائے اور ان کی ہمتوں کو اور بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ ایک تقریر فرمایا کرتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ یہ تقریر اس عنوان کے تحت باقاعدہ شائع کیا کریں گے تاکہ لاہور سے باہر رہنے والے حضرات بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔

ماہ رمضان المبارک میں نماز تراویح کی وجہ سے مجلس ذکر منعقد نہیں ہو سکتی تھی۔ لہٰذا ۳؍شوال ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۶؍مئی ۱۹۵۵ء کو جو مجلس منعقد ہوئی اس کے اختتام پر حضرتنا نے جو تقریر ارشاد فرمائی ہدیۂ ناظرین ہے۔

ذکرِ الٰہی کی خاصیتیں

تربوز کی رنگت دلکش اور جاذب ہوتی ہے اس کا ذائقہ میٹھا، اس کا شربت تشنگی کا دافع اور اس کا کھانا اشتہا انگیز ہے۔ یہی حال ذکرِ الٰہی کا ہے۔ ذکر خفی ذکر جلی ہو ذاکر ہر طرح سے اس سے مستفیض ہوتا ہے۔ ذاکر اس کی بدولت ماسوا اللہ سے کٹ جاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو جہاں چاہے خدا کی ہمت پہنچاتا ہے۔

جب انسان دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے کٹ جائے تو اگر زمین کے اوپر ہوگا خوش ہوگا۔ نیچے ہوگا تو خوش۔ تکالیف آئیں گی بھی تو اس پر اثر نہ ہوگا۔ تعلقات ہی تو کھینچتے ہیں جب ادھر کا ہو گیا تو اسے دنیا چھوڑنے میں دکھ نہیں ہوگا۔ راحت اور لذت اسی میں ہے کہ انسان دنیا سے کٹ جائے اور اللہ سے جڑ جائے۔ اس لذت کے مقابلہ میں دنیا کی سب لذتیں ہیچ ہیں۔ ذکر کی اہمیت یہ ہے اور ہماری حالت یہ ہے کہ بعض احباب سے جب پوچھا جائے تو کہتے ہیں ذکر کے لئے فرصت نہیں ملتی۔ معدودے چند ایسے بھی ہیں کہ دو ہزار دفعہ کرنے کو کہا جائے تو چار ہزار دفعہ کرتے ہیں اس طرح ذاکرین میں فرق مراتب ہو جاتا ہے۔

طالب کی دو چیزوں سے ترقی ہوتی ہے۔ اپنی ریاضت اور شیخ کی توجہ جیسے پودے کو مالی پانی دیتا ہے اور زمین اس کی جڑوں کو کھینچ کر اپنی چھاتی کے اندر رکھتی ہے تو وہ بڑھتا ہے۔

مالی اس وقت تک پانی دیتا رہتا ہے جب تک کہ اس کی جڑیں خود بخود زمین سے خوراک جذب کرنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ طالب کی ریاضت ایسی ہے جیسے زمین جڑ کو کھینچ کر اپنی چھاتی کے اندر رکھتی ہے۔ اول تو شیخ کامل کا ملنا مشکل ہے۔ شیخ کی توجہ پانی کا کام دیتی ہے۔ اگر مل جائے تو اس سے اخذ فیض کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل!!
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

اخذ فیض کے لئے ادب، عقیدت اور اطاعت کی ضرورت ہے۔

ظاہری علوم کے لئے ۵۰ فی صدی استاد کا ادب اور ۵۰ فی صدی طالب علم کی محنت ہو تو ترقی ہوتی ہے فیض باطنی کے لئے ۱۰۰ فی صدی ادب کی ضرورت ہے۔

دنیا ایک گورکھ دھندا ہے یہاں کئی لذات ہیں۔ اولاد، بیوی، مال سب پیاری ہیں۔ حقیقی لذت وہ پائے گا جو ان سب سے کٹ جائے گا۔ بارگاہِ الٰہی میں سالم دل لیکر حاضر ہوگا۔ یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔

کسی عارف نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے ؎

ولا تو ہم تعلق ز مرغ آبی جو!!
کہ چہ غرق بود یاست خشک پر برخاست

سمندر کے سفر میں یہ نظارہ دیکھنے میں آتا ہے پرندہ سطح آب پر بیٹھا ہوتا ہے۔ موجیں ٹھاٹھیں مارتی ہوئی آتی ہیں۔ اور اس کے اوپر سے گزر جاتی ہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غرق ہو گیا۔ جب موجیں ختم ہو جاتی ہیں تو وہ چپکے سے اڑ جاتا ہے گویا موجوں کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

مسلمان کو اس طرح دنیا میں رہنا چاہئے۔ بظاہر سب سے ملے لیکن دل فقط اللہ ہی سے لگائے۔

ذکرِ الٰہی سے انسان فرشتوں سے آگے بڑھ جاتا ہے فرشتے ذکرِ الٰہی کرتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسانوں کو بھی فرشتوں کی طرح اولیاء اللہ پیدا کر سکتا تھا۔ مگر انسان کے لئے دنیا امتحان گاہ ہے۔ خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔

اللہ ہو کے پاک نام میں بے شمار برکتیں ہیں۔ ان میں سے ایک بہت بڑی برکت یہ ہے کہ انسان ماسوا اللہ سے کٹ جاتا ہے پھر دل چاہتا ہے کہ تنہائی میں بیٹھ کر خدا کو یاد کریں اور ہمارے پاس کوئی نہ آئے۔ اگر آئے تو جلدی اُٹھ جائے۔ کوئی آئے تو دل گھبرائے۔ جتنا دل گھبرائے گا اتنا درجہ بلند ہوگا۔ پھر دنیا کے طالبوں سے دل گھبراتا ہے۔ یہ ماسوا اللہ سے کٹ جانے کی علامت ہے ایسے شخص کو مرد ہو یا عورت زیب و زینت بھی پسند نہیں آتی۔

زیب و زینت بس ہمیں نام من زیب النساء
اس کو ذرا بدل لیا جائے تو یوں ہو جائیگا ؎
زیب و زینت بس ہمیں نام من بندہ خدا

اللہ کے سوا ہمارا کوئی مونس و غمخوار نہیں ہے۔ ذکرِ الٰہی میں وہ لذت آتی ہے کہ تاج شاہی سر پر رکھوا کر اور تخت شاہی پر بیٹھ کر بادشاہوں کو نہیں آتی۔

قرآن کہتا ہے زین للناس حب الشہوٰت من النساء۔ الآیۃ۔ پہلے بیوی کا ذکر فرمایا۔ بیوی آئی تو دین گیا۔

اب ماسوا اللہ سے کٹ کر دنیا میں رہنے والے اللہ والوں کے نمونے ملاحظہ ہوں:

حضرت مرشدنا حافظ محمد صدیق صاحبؒ کے ہاں ایک بزرگ آیا کرتے تھے جن کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ تھا۔ اولیاء کرام میں سے تھے۔ جب صاحبزادہ صاحب کے انتقال کی ان کو اطلاع دی گئی تو فرمایا کہ مجھے کیا کہتے ہو اٹھا کر گڑھے میں ڈال آؤ۔ یہ ہے قلب سلیم۔ مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے۔ نفع وہ پائے گا جو سالم دل لائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کا نام لینے کی ضرورت ہے۔

دوسرے ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ بیٹا بیمار تھا۔ باپ سرہانے بیٹھے اللہ اللہ کرتے رہے جب انتقال ہو گیا تو پھر چادر ڈال دی جو پوچھنے آتا اس سے فرما دیتے آرام آ گیا ہے۔ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر جماعت کو اطلاع دی اور کفن دفن کی تیاری کے لئے حکم دیا۔

مریض کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک علاج دوسرا پرہیز۔ جہالت اور غفلت بہت مہلک بیماریاں ہیں۔ خدایا وند کیا تو مرنے کے بعد یہ بیماریاں ساتھ جائیں گی۔ اور قبر کو جہنم کا گڑھا بنائیں گی۔ حشر میں بھی تڑپائیں گی اور اس کے بعد جہنم رسید کرائیں گی۔ غفلت اور جہالت دق سے بھی زیادہ مہلک ہیں۔ دق کا مریض زندگی میں تڑپتا ہے مرنے کے بعد سب تکلیف دور ہو جاتی ہے۔

اللہ کا ذکر علاج ہے۔ مشتبہ اور حرام مال سے بچنا پرہیز ہے۔ حرام کھانے سے عبادت کی توفیق (باقی صفحہ ۱۲ پر)

خطبۂ جمعۃ المبارک

(از مفسر قرآن مولانا احمد علی صاحب لاہور)

احساسِ فرض

برادرانِ اسلام اور معزز خواتین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ آج کی معروضات کا عنوان احساس فرض ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھے اور انہیں عملی جامہ پہنائے کیونکہ جب یہ تمام اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں کی ذمہ داریوں کو سمجھتا ہے اسی لئے ہر چیز سے اس کے مناسب حال کام لیتا ہے۔ مٹی کے بورے ڈھونے ہوں تو گدھے سے کام لیتا ہے اور سفر جلدی طے کرنا ہو تو گھوڑے سے کام لیتا ہے۔ ریگستان میں سفر کرنا ہو تو اونٹ سے کام لیتا ہے علیٰ ہذا القیاس اسے اپنے متعلق بھی سوچنا چاہئے کہ میں کس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔

انبیاء علیہم السلام کی رہنمائی

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انبیاء علیہم السلام کو اس لئے مبعوث فرمایا ہے تاکہ اس دور کے انسانوں کو ان کے فرائض حیات سے آگاہ کریں۔ اور فرائض حیات انسانی کا اصلی نظام الاوقات (پروگرام) کتب سماویہ کی صورت میں نازل ہوتا رہا۔ انبیاء علیہم السلام بحیثیت معلم کتب سماویہ کے ہونے کے اس نظام الاوقات کو انسانوں تک پہنچاتے رہے اور اس کا مطلب واضح فرماتے رہے۔ اور اس نظام الاوقات پر عمل کرکے دکھاتے رہے۔ جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کے اصطلاحی پیش کردہ نظام الاوقات انسانیت کو دل سے مان لیا وہ اللہ کے ہاں مومن کہلائے۔ جنہوں نے اس کے تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ انہیں کافر کے لقب سے پکارا گیا۔

نتیجہ

یہ نکلا کہ مومنوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام راضی رہے اور دنیا میں بارگاہ الٰہی سے عزت اور آخرت میں نجات کا وعدہ اور جنت کے داخلہ کا ٹکٹ مل گیا اور جو کافر ہوئے ان کے لئے دنیا میں ذلت آخرۃ میں عذاب اور جہنم کے داخلہ کی اطلاع دی گئی۔

علیٰ ہذا القیاس

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض بھی وہی ہے جو انبیاء سابقین علیہم السلام کی تھی کہ انسانوں کو ان کے فرائض انسانیت سے آگاہ کیا جائے۔ فرائض انسانیت پر مطلع کرنے کے لئے آسمان سے جو نظام الاوقات (پروگرام) مرتب ہو کر آیا ہے اس کا نام قرآن مجید ہے اور اس کی تفصیل و تشریح بحیثیت معلم قرآن ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے انسانوں کو معلوم ہوئی جس کا نام حدیث رسولؐ ہے اور حضور انورؐ نے عملی طور پر جو نمونہ لوگوں کے سامنے پیش فرمایا ہے اسے سنت رسولؐ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو تین چیزوں کا تسلیم کرنا ضروری اور لازمی ہو گیا۔ قرآن مجید۔ حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تینوں دراصل ایک ہی ہیں

گذشتہ چند سطور میں جو میں نے تین چیزیں عرض کی ہیں وہ دراصل ایک ہی ہیں۔ اصل چیز قرآن مجید کو پورے کا پورا تسلیم کرنا یہ ہمارا ایمان ہے اور قرآن مجید کی جو وضاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہوئی وہ علمی شرح قرآن ہے اور آپ نے قرآن مجید پر جو عمل کرکے دکھایا وہ دراصل عملی شرح قرآن ہے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ وہ تین چیزیں دراصل ایک ہی ہیں۔

تینوں کی حفاظت

قولہ تعالیٰ (انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون) سورۃ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴ (ترجمہ: بیشک ہم نے نصیحت (قرآن مجید) اتاری ہے اور بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں) جب اللہ جل شانہٗ نے اس قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے تو قرآن مجید کے الفاظ قریقینیاً محفوظ رہیں گے۔ جو بفضلہ تعالیٰ آج تک محفوظ ہیں دنیا کے جس حصہ میں آپ جائیں یہی قرآن مجید جو پاکستان میں موجود ہے یہی مصر، شام، ترکی، یورپ، امریکہ وغیرہ میں بھی بعینہٖ ملے گا۔ آج اس کے نزول کو چودھویں صدی گزر رہی ہے الحمد للہ جس طرح چودھویں صدی تک محفوظ رہا ہے اسی طرح قیامت تک محفوظ رہے گا۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا۔ سورۃ النساء رکوع ۱۱ پارہ ۵۔ ترجمہ:- (اور اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے) اور جب تک اس کی علمی وضاحت (حدیث شریف) اور عملی شرح (سنت رسولؐ) محفوظ نہ رہے اس وقت تک قرآن مجید میں جو اللہ جل شانہٗ کی مراد ہے وہ محفوظ نہیں رہ سکتی ورنہ انسانی نسل اپنے اپنے مطلب اور اپنی اپنی اغراض کو پورا کرنے کے لئے قرآن مجید کی ایسی ایسی تاویلیں کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بالکل خلاف ہوں گی۔ اس لئے حدیث رسول اور سنت رسول بھی آج تک مسلمانوں میں محفوظ چلی آ رہی ہیں۔ اور علماء دین رحمہم اللہ تعالیٰ کی برکت سے یہ تینوں چیزیں محفوظ ہیں۔ قرآن مجید کے الفاظ کی حفاظت میں حفاظ قرآن مجید کا بھی کافی حصہ ہے۔ مگر حدیث رسول اور سنت رسول کے محافظ تو فقط محدثین حضرات رہے ہیں۔ اور بفضلہ تعالیٰ ہر مستند عالم آپ کو ایک ایک حدیث کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا کر ثابت کرکے دکھا دے گا۔ کہ واقعی یہ چیز آپ کے مبارک زمانہ سے چلی آ رہی ہے۔ انہی حضرات کی روحانی نسل انشاء اللہ تعالیٰ ان تینوں مبارک چیزوں کی حفاظت کرتی چلی جائے گی۔

عقیدہ باطلہ انکار حدیث

میری سابقہ معروضات سے آپ اس نتیجہ پر یقیناً پہنچ گئے ہوں گے کہ منکرین حدیث کا خیال بالکل باطل ہے کہ سوائے قرآن مجید کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث یا اس کی سنت کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ منکرین حدیث بدنصیب یہ چاہتے ہیں کہ فقط مسلمان کہلانے کے لئے قرآن مجید کا نام تو لیتے رہیں۔ مگر اس کی تفصیل و تشریح جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اس سے اپنے آپ کو آزاد کرلیں۔ اور آپ کی سنت کے اتباع کی جکڑ بندی سے نکل جائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے ورنہ دنیا میں بھی یہ ذلیل ہوں گے کیونکہ حق پرست علماء کرام ان کی توہین اور تذلیل کرتے رہیں گے بقول شخصے ہر فرعونے را موسیٰ جب فرعون مزاج کوئی شخص دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو موسوی صفت کے حامل علماء کرام بھی اس کی تذلیل اور تحقیر کے لئے اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے جو ایسے فرعون مزاجوں کو ذلیل کرتے رہتے ہیں اور آخرت میں ان ملحدوں کے لئے دوزخ ہے اللّٰھم لا تجعلنا منھم۔ یہ فقط حدیث اور سنت رسول کے ہی مخالف نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان واجب الاذعان یعنی قرآن مجید کے ان حصوں کے بھی مخالف ہیں جن میں حکم دیا گیا ہے کہ میرا حکم مانو، اور میری کتابوں کا اتباع کرو اور میرے انبیاء علیہم السلام اور آقائے کل کے دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلو۔ لہٰذا پیغمبر کی حدیث اور سنت کے اتباع کا انکار دراصل قرآن مجید کے ان حصوں کا بھی انکار ہے جن میں انبیاء علیہم السلام کے اتباع کا حکم ہوا ہے۔ لہٰذا منکرین حدیث قرآن مجید کے بعض حصوں پر عمل کرنے کے منکر ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے ایک لفظ کے انکار کر لینے سے بھی انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس کے کئی حصوں کا انکار کیا جائے چنانچہ میں نے ۲۰ر رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ کے خطبہ جمعہ میں قرآن مجید میں سے وہ مقامات پیش کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کتب سماوی کے اتباع میں انبیاء علیہم السلام کا اتباع بھی لازمی ہے کیونکہ کتاب الٰہی کا مطلب تو وہی حضرات بیان فرماتے ہیں جو اس کے مطابق عمل بھی کرکے دکھاتے ہیں۔ اور میرا وہ خطبہ نوائے پاکستان میں شائع ہو چکا ہے۔

فرائض انسانی کی تفصیل

جو قرآن مجید میں ہے

برادران فرائض کی فہرست عرض کر دیتا ہوں تاکہ ہر شخص اپنا منہ اس آئینہ میں دیکھے اور فیصلہ کرلے کہ میں اصلی مسلمان ہوں یا نقلی اور رسمی

پہلا فرض

معرفت الٰہی

برادران اسلام واقعہ یہ ہے کہ اکثر مسلمان خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں مگر کما حقہٗ پہچانتے نہیں۔ اسی لئے جو تعلق اللہ تعالیٰ ہی سے بندے کو رکھنا چاہئے دوسرے سے بھی رکھ لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عقیدۂ توحید میں شرک مل جاتا ہے۔ حالانکہ نجات آخرۃ کے لئے عقیدۂ توحید کا خالص ہونا ضروری ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی چند صفات عرض کر دیتا ہوں۔ جن کا تسلیم کرنا ایک مسلمان کے لئے اشد ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے

قولہ تعالیٰ (وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا) سورۃ الفرقان رکوع ۱ پارہ ۱۸ ترجمہ:- اور اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اندازہ پر قائم کر دیا۔

اللہ تعالیٰ سارے جہان کا مالک ہے

قولہ تعالیٰ (وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ) سورۃ المائدۃ رکوع ۳ پارہ ۶ ترجمہ:- اور آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

نفع اور نقصان فقط

اللہ کے اختیار میں ہے

قولہ تعالیٰ (وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ) الآیۃ سورۃ یونس رکوع ۱۱ پارہ ۱۱۔ ترجمہ:- اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچا دے تو اس کے سوا اسے پھیرنے والا کوئی نہیں۔ اور اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچانا چاہے، تو کوئی اس کے فضل کو پھیرنے والا نہیں۔

رزق کی کشادگی اور تنگی

فقط اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے

قولہ تعالیٰ (اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ) الآیۃ سورۃ الرعد رکوع ۴ پارہ ۱۳ ترجمہ:- اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ اور تنگ کرتا ہے۔

بیمار کو اللہ تعالیٰ ہی شفا دیتا ہے

قولہ تعالیٰ (وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ) سورۃ الشعرآء رکوع ۵ پارہ ۱۹

ترجمہ:- (ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی اولاد نہیں دے سکتا

قولہ تعالیٰ (لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۙ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ) سورۃ الشوریٰ رکوع ۵ پارہ ۲۵

ترجمہ:- آسمانوں اور زمین میں اللہ کی بادشاہی ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہے لڑکے بخشتا ہے۔ یا لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ بے شک وہ خبردار قدرت والا ہے۔

حاجت روائی کیلئے اللہ تعالیٰ کو پکارو

قولہ تعالیٰ (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ) الآیۃ سورۃ المومن رکوع ۶ پارہ ۲۴ ترجمہ:- اور تمہارے رب نے فرمایا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو مت پکارو

قولہ تعالیٰ (وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا) سورۃ الجن رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ:- اور بیشک مسجدیں اللہ کے لئے ہیں۔ پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

عبادت فقط اللہ تعالیٰ کی کرو

قولہ تعالیٰ (يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ) سورۃ العنکبوت رکوع ۶ پارہ ۲۱

ترجمہ:- اے میرے بندو، جو ایمان لائے ہو میری زمین کشادہ ہے پس میری ہی عبادت کرو۔

نو صفتیں

برادران اسلام! میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اکثر مسلمان اللہ تعالیٰ کو جانتے تو ہیں مگر اسے کما حقہٗ پہچانتے نہیں اس لئے کثرت کلمہ پڑھنے کے باوجود شرک میں مبتلا نظر آتے ہیں یعنی عقیدۂ توحید ان کا خالص نہیں رہتا جو کہ نجات کا سنگ بنیاد ہے۔ اس لئے میں نے اللہ تعالیٰ کی نو صفتیں عرض کر دی ہیں تاکہ ہر مسلمان کے دل میں توحید کا نور خالص پیدا ہو جائے۔ اور اکثر مسلمان انہیں صفات میں غیر اللہ کو متصف مان کر ظلمت شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

دوسرا فرض

دراصل انسان فقط عبادت کیلئے پیدا ہوا ہے

قولہ تعالیٰ (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ) سورۃ الذاریات رکوع ۳ پارہ ۲۷ ترجمہ:- اور میں نے جن اور انسان کو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے۔

سب سے پہلے اور سب سے ضروری

برادران اسلام اور معزز خواتین! انسان کی یہ عادت ہے کہ جس کام کے لئے کہیں جاتا ہے تو سب سے پہلے وہ کام کرتا ہے جس کے لئے وہاں گیا ہے۔ اور سب کاموں میں سب سے ضروری اس کام کو سمجھتا ہے جس کے کرنے کے لئے وہاں گیا ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنے گاؤں سے عدالت میں شہادت دینے کے لئے کسی شہر میں جاتا ہے۔ جب اس شہر میں جائیگا تو جو شخص اس سے پوچھے گا کہ آج اس شہر میں کیوں آئے ہو تو سب دوستوں کو یہی جواب دے گا کہ میں عدالت میں ایک شہادت دینے کے لئے آیا تھا۔ اس طرح ہر مرد و زن مسلمان کو یہ سبق ہر دم یاد رکھنا چاہئے کہ میں اس دنیا میں محض عبادت کے لئے آیا ہوں۔ اور وہ شخص سب سے پہلے عدالت میں شہادت دینے کے لئے جائیگا۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد اگر دوسرے کام کا موقعہ مل گیا تو بہتر ورنہ اس کام کو چھوڑ کر واپس آ جائے گا۔ مثلاً جب شہر میں جا رہا تھا تو بیوی نے چند سودے لانے کی فرمائش بھی کر دی تھی۔ جب خالی ہاتھ واپس آتا ہے تو بیوی کو کہتا ہے کہ میں تمہارے سودے کیسے لاتا۔ عدالت سے مجھے فراغت ہی ایسے وقت میں ہوئی تھی کہ دوڑ کر بمشکل گاڑی پر سوار ہو سکا ہوں۔ اسی طرح ہر مسلمان عورت اور مرد کا فرض ہے کہ اول اللہ تعالیٰ کی بندگی کا نظام الاوقات (پروگرام) پورا کرے اس کے بعد وقت بچے تو دنیا کے کام بے شک کرے اور نہ بچے تو دنیا کا کام رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ ایسے شخص کو عقل مند کہا جاتا ہے۔

اکثر پاگل ہیں

میں احباب کی مجلسوں میں کہا کرتا ہوں کہ آج کل کے مسلمانوں میں کوئی کوئی عقل مند ہے۔ ورنہ اکثر پاگل ہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز!

یعنی اڑتے وقت ہر قسم کا جانور اپنی جنس کے ساتھ اڑتا ہے۔ کبوتروں کی ڈاریں الگ ہوتی ہیں۔ طوطوں کی الگ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح چونکہ موجودہ دور کے مسلمان اکثر پاگل ہیں اس لئے پاگلوں سے راہ و رسم رکھنے میں بڑے خوش رہتے ہیں اور عقل مند کو پاگل کہتے ہیں۔

کیوں پاگل ہیں

پاگل اسے کہتے ہیں جو کام اسے کرنا چاہئے۔ وہ ہرگز نہ کرے خواہ آپ اسے ہزار مرتبہ سمجھائیں۔ اور جو کام نہ کرنا

چاہئے وہ ضرور ہی کرے خواہ اسے ہزار دفعہ منع کریں۔ مثلاً پاگل سے آپ کہیں کہ گلی کوچوں میں سارا دن آوارہ مت پھرا کرو۔ دن کو محنت کرکے شام کو مزدوری لیکر بال بچوں میں بیٹھ کر کھایا کرو۔ کیا وہ آپ کے سمجھانے پر واقعی آوارہ گردی چھوڑ کر مزدوری کرنے لگ جائیگا۔ ہرگز نہیں بعینہٖ اسی طرح عام انسانوں کو دیکھ لیجئے۔ پہلے عرض کرچکا ہوں کہ انسان اس جہان میں محض عبادت کے لئے آیا ہے۔ سب سے پہلا فرض انسان کا عبادت ہے۔ اس کے بعد جو وقت بچے کسب معاش کے لئے بیشک ہاتھ پاؤں مارے۔ اللہ تعالٰے اپنے فضل وکرم سے حلال کے تھوڑے سے رزق میں برکت ڈال دے گا۔ اور ضرورتیں پوری ہو ہی جائیں گی۔ اس آئینے میں موجودہ زمانے کے مردوں اور عورتوں کو دیکھئے کہ عبادت تو یاد ہی نہیں۔ ہر ایک کے دل و دماغ سے روٹی روٹی کی صدا آرہی ہے۔ جو کام کرنا چاہئے وہ تو کرتے نہیں یعنی عبادت۔ اور جس کی فکر بعد از فراغت نمبر دوم ہونی چاہئے تھی۔ وہ نمبر اوّل پر لائے ہوئے ہیں۔ اور اس کے لئے دن رات سرگرداں اور پریشان پھر رہے ہیں۔ لڑکے اور لڑکیوں کو کلمۂ شہادت بھی نہ آئے تو کوئی حرج نہیں۔ مگر خدا کرے کہ دونوں بی۔ اے کی ڈگری پالیں تاکہ عزت سے روٹی کما کر کھا سکیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ پاگل آدمی عقلمند کو پاگل سمجھتا ہے۔ چنانچہ آج کل کے دور میں بالخصوص علمائے کرام کو بے ایمان کہا جاتا ہے۔ مولوی بڑے بے ایمان ہیں۔ مولوی کا فقط یہ قصور ہے کہ وہ قرآن مجید کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اس کو پڑھو اور اس پر عمل کرو۔ نماز باقاعدہ پڑھو۔ روزے باقاعدہ رکھو۔ زکوٰۃ جو فرض ہے اس کی پائی پائی حساب کرکے دو۔ مولوی یہی باتیں کہتا ہے جس پر اسے بے ایمان کہتے ہو۔ کیا مولوی تمہیں یہ کہتا ہے کہ شراب پہلے سے زیادہ پیو۔ رشوت پہلے سے زیادہ کھاؤ۔ بدکاری پہلے سے زیادہ کرو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ فقط مولوی کو بے ایمان کہتے ہیں۔ باقی یہ شرابی۔ زانی۔ رشوتیں کھانے والے۔ ڈانس کھیلنے والے سب ایماندار ہیں۔ اسی لئے میں انہیں پاگل کہا کرتا ہوں۔ کہ بے ایمانیاں ساری آپ کرتے ہیں اور بے ایمان الٹا ایمانداروں کو کہتے ہیں۔

اس پاگل پنے کا نتیجہ

قولہ تعالیٰ (کلما القی فیہا فوج سالہم خزنتہا الم یاتکم نذیر ۰ قالوا بلیٰ قد جاءنا نذیر ۰ فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیئٍ ۰ ان انتم الا فی ضلال کبیر) سورۃ الملک رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ:- جب اس میں ایک گروہ ڈالا جائیگا۔ تو ان سے دوزخ کے داروغہ پوچھیں گے۔ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے ہاں بیشک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔ پھر ہم نے جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا تم خود بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔

حاصل یہ نکلا کہ آج جو لوگ قرآن مجید کی تعلیم و تبلیغ کرنے والے علمائے کرام کو حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور انہیں ذلیل سمجھ کر ان کی آواز کی قدر نہیں کرتے، قیامت کے دن انہیں علمائے کرام مبلّغین کی قدر محسوس ہوگی۔ مگر گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

قیامت کے دن مبلّغین قرآن کی قدر

قولہ تعالیٰ (وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر) سورۃ الملک رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ:- اور کہیں گے اگر ہم نے سُنا سمجھا ہوتا تو ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے + دیکھ لیجئے علماء دین سے متنفر اور نفرت پھیلانے والا بے دین طبقہ قیامت کے دن اپنی موجودہ حرکات پر نادم ہوگا مگر اس وقت یہ ندامت کام نہیں آئیگی۔

دنیا میں واپس آنے کی درخواست اور اس کی نامنظوری

قولہ تعالیٰ (الم تکن ایٰتی تتلیٰ علیکم فکنتم بہا تکذبون ۰ قالوا ربنا غلبت علینا شقوتنا وکنا قوماً ضالین ۰ ربنا اخرجنا منہا فان عدنا فانا ظٰلمون ۰ قال اخسئوا فیہا ولا تکلمون ۰) سورۃ المؤمنون پارہ ۱۸۔ ترجمہ:- کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں سنائی جاتی تھیں۔ پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی۔ اور ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے رب ہمارے ہمیں اس سے نکال دے۔ اگر پھر کریں تو بے شک ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا۔ اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو۔

دُعا

کرتا ہوں کہ اللہ تعالٰے موجودہ وقت کے بے دینوں کو علمائے کرام کے سامنے زانوئے ادب تہ کرکے قرآن مجید کے پڑھنے سمجھنے اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

تیسرا فرض
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری بھی مسلمان کا فرض عین ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ان سطور سے پہلے منکرینِ حدیث کو باطل پرست اور غلط کار ثابت کرچکا ہوں۔

کیوں

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کے بغیر اس لئے نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کلام پاک کا صحیح مطلب فقط وہ ہو سکتا ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائیں۔ اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بھی وہی صحیح ہو سکتا ہے جو آپ عمل کرکے دکھائیں۔ اس لئے صحیح اور اصلی اسلام یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فرمائیں (حدیث شریف) اس پر دل سے مہر تصدیق لگائیں اور سنت رسول اللہ پر عمل کرکے دکھائیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

چوتھا فرض
حقوق العباد
ماں باپ کا حق

اللہ جل شانہٗ اور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے بعد انسانوں کے جو حقوق ہمارے ذمہ ہیں ان کا ادا کرنا بھی مسلمانوں کا عین فرض ہے۔ ان میں سب سے پہلے ماں باپ کا حق ہے۔

قولہ تعالٰے:- (وقضٰی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احساناً ۰ اما یبلغن عندک الکبر احدہما او کلٰہما فلا تقل لہما اف ولا تنہرہما وقل لہما قولاً کریماً ۰ واخفض لہما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمہما کما ربیٰنی صغیراً ۰) سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۳ پارہ ۱۵

ترجمہ:- اور تیرا رب فیصلہ کرچکا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں انہیں اُف بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو۔ اور ان سے ادب سے بات کرو۔ اور ان کے سامنے شفقت سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو۔ اور کہو اے میرے رب جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

تعلیم یافتہ نوجوانوں سے سوال

پاکستان تو ماشاء اللہ اب بنا ہے۔ میں تعلیم یافتہ نوجوانوں سے سوال کرتا ہوں کیا انگریز نے تمہیں پرائمری سے ایم اے تک کہیں ماں باپ کے ادب کی یہ تعلیم دی تھی؟ حالانکہ یہ تعلیم اتنی اشد ضروری ہے۔ کہ ماں باپ کی ناراضگی کا ایک جرم ہی خدا تعالٰے کے غضب کو جوش میں لانے اور دوزخ میں پہنچانے کے لئے کافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

ھما جنتک و نارک ؟

یہ ماں باپ ہی تیرا بہشت ہیں اور یہی تیرا دوزخ ہیں۔

یعنی

اگر ان دونوں کو خوش رکھے گا تو بہشت میں جائیگا اور اگر انہیں ناراض کرے گا تو دوزخ میں جائیگا۔

اولاد کا حق

ماں باپ کا فرض ہے کہ اولاد کو قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دلائیں۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں۔ کہ دین کی تعلیم دلانا اور دیندار بنانے کی کوشش کرنا ماں باپ کا فرض ہے تاکہ انہیں اللہ تعالٰے اور اس کے رسول کو راضی رکھنے کا سلیقہ آجائے۔ اگر بالفرض ماں باپ نے کسب معاش کے لئے کوئی کسب نہ بھی سکھایا تو جب انہیں بھوک ستائے گی تو کوئی نہ کوئی حیلہ کسب معاش کے لئے خود تجویز کرلیں گے۔ اور کما کر کھائیں گے۔ اور اگر ماں باپ نے دین نہ سکھایا اور روٹی کمانے کا ذریعہ سکھا دیا تو مرتے

وہ تک وہ دین سیکھنے کے لئے مجبور نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہر انسان کی ضروریات کا ذمہ اُٹھایا ہوا ہے۔ وہ موحد، مشرک، مومن، کافر حتیٰ کہ خدا کی ہستی کا انکار کرنے والوں کو بھی ضروریات زندگی کا سامان دیتا رہتا ہے۔ البتہ مرنے کے بعد ان بے دینوں کو محسوس ہوگا۔ کہ ہم نے غلطی کی کہ اللہ تعالیٰ کا دین نہ سیکھا۔ کیونکہ ان کی قبر بے دینی کے باعث دوزخ کا گڑھا بنے گی۔

بے دین ماں باپ کو مجرم قرار دیکر ان پر لعنت بھیجیں گے

قولہ تعالےٰ (یوم تقلب وجوھھم فی النار یقولون یٰلیتنا اطعنا اللہ و اطعنا الرسولا۔ وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراء نا فاضلونا السبیلا۔ ربنا اٰتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعناً کبیراً) سورۃ الاحزاب رکوع ۸ پارہ ۲۲۔ ترجمہ:۔ جس دن ان کے منہ آگ میں اُلٹ دئے جائیں گے۔ کہیں گے اے کاش ہم نے اللہ اور رسولؐ کا کہا مانا ہوتا۔ اور کہیں گے اے ہمارے ربّ انہیں دُگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

نتیجہ

بالکل واضح ہے کہ قیامت کے دن بے دین اپنے جہنم رسید ہونے کا سب سے بڑا سبب ماں باپ کی غلط تعلیم کو قرار دیں گے کہ انہوں نے ہمیں دین نہ سکھایا۔ اور غلط راستے پر ڈالا۔

اولاد کی مذہبی تعلیم کو نظر انداز کرنے والوں کے لئے عبرت

آج کل عموماً مرد اور عورتیں اپنی اولاد کو سکولوں اور کالجوں کی تعلیم دلانے کے بڑے شائق ہیں۔ لڑکی یا لڑکے کو کلمہ شہادت بھی نہ آئے۔ نماز یاد ہو نہ ہو۔ پڑھے یا نہ پڑھے قرآن ناظرہ بھی خواہ نہ پڑھایا جائے۔ مگر بی۔ اے کی ڈگری پاکر آئے۔ ماں باپ بھی سمجھتے ہیں کہ لڑکی یا لڑکا اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہو گئے ہیں۔ اور انہیں بھی ناز ہوتا ہے کہ ہم نے تعلیم کی اعلیٰ ڈگری حاصل کر لی ہے۔ اسی خیال کے ماں باپ گزشتہ آیات کو ذرا غور سے پڑھیں۔ اور عبرت حاصل کرلیں اور اپنے ہر خیال کی اصلاح کرلیں۔ وما علینا الا البلاغ

۳ خاوند کا حق

قولہ تعالےٰ:۔

(فالصّٰلحٰت قٰنتٰت حٰفظٰت للغیب بما حفظ اللہ ط) الآیۃ سورۃ النساء رکوع ۶ پارہ ۵۔ ترجمہ:۔ پھر جو عورتیں نیک ہیں وہ مردوں کی تابعدار ہیں۔ پیٹھ پیچھے اللہ کی نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر فرماتے ہیں۔ یعنی جو عورتیں نیک ہیں وہ مردوں کی تابعداری کرتی ہیں۔ اور اللہ کے حکم کے موافق خاوند کے پیٹھ پیچھے اس کی رضا کے موافق اپنے نفس اور خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ اپنے نفس اور مال زوج میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتیں۔

۴ بیوی کا حق

قولہ تعالےٰ:۔
(وعاشروھن بالمعروف) سورۃ النساء رکوع ۳ پارہ ۴۔ ترجمہ:۔ اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی بسر کرو۔
قولہ تعالےٰ:۔
(ولا تمسکوھن ضراراً لتعتدوا) الآیۃ سورۃ البقرۃ رکوع ۲۹ پارہ ۲۔ ترجمہ۔ اور انہیں تکلیف دینے کے لئے نہ روکو۔ تاکہ تم سختی کرو۔

توازن

اللہ تعالےٰ نے میاں بیوی کے حقوق میں عجیب توازن قائم کر دیا ہے۔ اگر دونوں اس توازن پر قائم رہیں۔ تو گھر میں کبھی جھگڑا پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔
برادران اسلام —— میں کہا کرتا ہوں کہ عموماً گھروں کی لڑائی میاں یا بیوی کے گناہ کی شامت ہوتی ہے۔ اگر دونوں دیندار ہوں۔ اللہ تعالےٰ کو یاد کرنے والے ہوں۔ اور احکام شرعیہ کی پوری پابندی کریں تو انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ اس گھر میں لڑائی نہیں ہوگی بلکہ امن اور چین ہوگا۔

۵ رشتہ داروں کا حق

قولہ تعالےٰ:۔ (وآت ذا القربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان الشیطٰن لربہ کفورا) سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۳ پارہ ۱۵
ترجمہ:۔ اور رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دیدو اور مال کو بے جا خرچ نہ کرو۔ بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

مسلمانوں کے افلاس کا باعث

اکثر آپ دیکھیں گے کہ مسلمانوں کی ناداری کا باعث برادری کی رسمیں پوری کرنے کے لئے فضول خرچی کرنا ہے۔ مثلاً شادی اور غمی میں باوجودیکہ توفیق نہیں ہوتی۔ پھر قرض لیکر وہ رسمیں پوری کرتے ہیں۔ اور کہتے یہ ہیں کہ اگر نہیں کرتے تو ناک کٹتی ہے۔ تقسیم سے پہلے اسی فضول خرچی کے باعث ہر سال مسلمان سترہ کروڑ روپیہ فقط اپنے قرضہ کا سود ادا کرتا تھا۔ اور قرض بحالہ رہتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ پاکستان بننے کی برکت سے مسلمان اس قرضے سے بے باق ہو گیا ہے۔

پانچواں فرض
حلال رزق کھانا

قولہ تعالےٰ:۔ (یاایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن ط انہ لکم عدو مبین) سورۃ البقرۃ رکوع ۲۱ پارہ ۲۔ ترجمہ:۔ اے لوگو! ان چیزوں میں سے کھاؤ جو زمین میں حلال پاکیزہ ہیں۔ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

فرض عین

رزق حلال کھانا انسان کا فرض عین ہے۔ اس کی خلاف ورزی کرنا حرام ہے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا۔ کہ آدمی اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا۔ جو اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال ہے یا حرام ہے۔ رواہ البخاری۔
جابرؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وہ گوشت بہشت میں نہیں جائے گا۔ جس نے حرام مال سے تربیت پائی ہے۔ اور ہر وہ گوشت جو حرام کے مال سے پیدا ہوا ہے اسے آگ (یعنی دوزخ) سینکنے کے لئے زیادہ مستحق ہے۔ رواہ احمد والدارمی والبیہقی۔

آخری دُعا

برادران اسلام —— میں آج کی معروضات میں آپ کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ انشاء اللہ تعالےٰ ذمہ داریوں کی جو فہرست عرض کرچکا ہوں۔ اگر ان پر توفیق کے مطابق عمل کیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ کا فضل شامل حال ہوگا اور انسان بخشا جائے گا۔ وما علینا الا البلاغ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(بقیہ امام بخاریؒ صفحہ سے آگے)

اپنے عزیزوں کے اصرار پر سمرقند کے ایک چھوٹے سے گاؤں خرتنگ چلے گئے۔ چند روز ہی گزرنے پائے تھے کہ آپ بیمار ہوگئے۔ بیماری کی شدت نے آپ کو بہت نحیف و ناتواں کر دیا۔ آپ نے کبیدہ خاطر ہو کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ الٰہ العالمین میرے لئے تیری زمین کی وسعتیں محدود ہوگئیں۔ اب مجھے اُٹھا لے۔ اسی حالت میں اہل سمرقند نے سمرقند آنے کی دعوت دی آپ نے جانے کا ارادہ بھی فرما لیا۔ مگر روانگی کے خیال سے جب گھوڑے پر سوار ہونے لگے۔ تو طبیعت زیادہ بگڑ گئی۔ آپ نے فرمایا مجھے لٹا دو۔ لوگوں نے لٹا دیا طبیعت بگڑتی گئی اور آخر کار ۱ر شوال ۲۵۶ھ کو آپ نے اس دنیا کو خیرباد کہہ دیا۔ آپ کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اگلے روز بڑے تزک و احتشام سے آپ کا جنازہ اُٹھایا گیا۔ اور اہل سمرقند نے حدیث کے اس زبردست خزانے کو نماز ظہر کے بعد سپرد خاک کر دیا۔
کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کی خصوصیات

خطبہ جمعۃ المبارک مولانا احمد علی صاحب خطیب مسجد شیرانوالہ دروازہ و امیر انجمن خدام الدین لاہور

خصوصیات سے مراد وہ چیزیں ہیں جو سوائے مسلمانوں کے اور کسی قوم میں نہیں پائی جاتیں۔

پہلی

تمام انبیاء علیہم السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کا وعدہ لیا گیا

قولہ تعالےٰ (واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتٰب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علٰی ذٰلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشہدوا وانا معکم من الشٰہدین) ترجمہ۔ اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا۔ البتہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور علم سے دوں۔ پھر تمہارے پاس پیغمبر آئے۔ جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو۔ جو تمہارے پاس ہے۔ البتہ اس پر ایمان لے آنا۔ اور البتہ اس کی مدد کرنا۔ فرمایا۔ کیا تم نے اقرار کیا۔ اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اقرار کیا۔ اللہ نے فرمایا تو اب تم گواہ رہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ سورۃ آل عمران رکوع ۹ پارہ ۳

اس آیت شریف کا حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے رسول اللہ صلی اللہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی امداد کرنے کا وعدہ لیا۔

شیخ الاسلام کی تائید

شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔ حق تعالےٰ نے خود پیغمبروں سے بھی یہ پختہ عہد لے چھوڑا ہے کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے (جو یقیناً پہلے انبیاء اور ان کی کتابوں کی اجمالاً یا تفصیلاً تصدیق کرتا ہوا آئے گا) تو ضرور ہے کہ پہلا نبی پچھلے کی صداقت پر ایمان لائے اور اس کی مدد کرے۔ اگر ———— اس کا زمانہ پائے تو بذات خود بھی، اور نہ پائے، تو اپنی اُمت کو پوری طرح ہدایت و تاکید کر جائے کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لا کر اس کی اعانت و نصرت کرنا۔ کہ یہ وصیت کر جانا بھی اس کی مدد میں داخل ہے۔ اس عام قاعدہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام سابقین سے لیا گیا ہوگا۔ اور انہوں نے اپنی اپنی اُمتوں سے یہ ہی قول و قرار لئے ہوں گے۔ کیونکہ ایک آپ ہی کی مخزن الکمال ہستی تھی جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی۔ اور جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا۔ اور آپ ہی کا وجود مسعود تمام انبیاء سابقین اور کتب سماویہ کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ اس قسم کا عہد انبیاء سے لیا گیا۔ اور خود آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر آج موسیٰؑ زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بدون چارہ نہ تھا۔ اور فرمایا کہ عیسٰی علیہ السلام جب نازل ہوں گے۔ تو کتاب اللہ (قرآن کریم) اور تمہارے نبی کی سنت پر فیصلے کریں گے۔ محشر میں شفاعت کبریٰ کے لئے پیش قدمی کرنا اور تمام بنی آدم کا آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونا۔ اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کی امامت کرانا حضورؐ کی اسی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے آثار میں سے ہے۔

دوسری

ہمارے رحمۃ العالمین کی بعثت تمام اقوام عالم کیلئے ہے

قولہ تعالےٰ:۔ (قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ن الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض ج لا الٰہ الا ھو یحیی ویمیت) الآیۃ سورۃ الاعراف رکوع ۲۰ پارہ ۹۔ ترجمہ: کہدو۔ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، جس کی حکومت آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام اقوام کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ بخلاف انبیاء سابقین علیہم السلام کے۔ ان کی دعوت کا دائرہ فقط اپنی اُمت تک ہی محدود ہوتا تھا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام فقط بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ سورۃ صف کے رکوع ۱ پارہ ۲۸ میں فرماتے ہیں۔ اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم اس بات کو بھی مانتے ہو کہ مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا فرمان بھی سورۃ صف رکوع ۱ پارہ ۲۸ میں مذکور ہے۔ جب عیسٰی بیٹے مریم نے کہا۔ اے بنی اسرائیل بیشک میں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ دونوں پیغمبروں کے اعلانات سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی بعثت فقط اپنی امت کے لئے ہے۔

تیسری

سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام اقوام کیلئے رحمت ہیں

قولہ تعالےٰ (وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین) سورۃ الانبیاء رکوع ۷ پارہ ۱۷۔ ترجمہ:۔ اور ہم نے تو تمہیں تمام جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

بخلاف دوسرے انبیاء علیہم السلام کے کہ وہ فقط اپنی اپنی اُمتوں کے حق میں رحمت تھے۔

چوتھی

اُمتِ محمدیہ کے پیغمبر نے آئندہ پیغمبروں کی آمد کو بند کر دیا ہے

قولہ تعالےٰ (ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیء علیما) سورۃ الاحزاب رکوع ۵ پارہ ۲۲ ترجمہ:۔ محمدؐ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں۔ لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے خاتمے پر ہیں۔ اور اللہ ہر بات جانتا ہے۔

پانچویں

قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ

قولہ تعالےٰ (انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون) سورۃ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴۔ ترجمہ:۔ ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے اور بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے سوائے قرآن مجید کے اور کسی آسمانی کتاب کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ توراۃ یا انجیل یا کوئی آسمانی کتاب صفحہ ہستی پر نظر نہیں آتی۔ مسلمانوں پر اللہ تعالےٰ کا یہ خاص انعام ہے۔

قرآن مجید کی محافظ تین جماعتیں

۱۔ علماء کرام

وہ علماء کرام جو عربی زبان کے فاضل اور مہارت تامہ رکھنے والے تھے۔ انہوں نے بحیثیت عالم دین ہونے کے قرآن مجید کے معانی اور مطالب خلق خدا کو سمجھائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے مطالب علمی اور عملی طور پر صحابہ کرام کو سمجھائے۔ صحابہ کرام نے وہی مطالب اپنے شاگردوں تابعین کو سمجھائے۔ تابعین نے اپنے شاگردوں تبع تابعین کو سمجھائے۔ علٰی ہذا القیاس قرآن مجید کا یہ علمی ذخیرہ مع اپنے معانی اور مطالب کے چودھویں صدی

ہیں ان بزرگان دین کی محنتوں اور جانفشانیوں کی برکت سے ہمیں نصیب ہوا۔ اللہ تعالےٰ ان بزرگوں کی قبروں پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

دنیاداروں کی حالت

آج کل دنیاداروں کی جو حالت آپ دیکھتے ہیں۔ گذشتہ زمانوں میں بھی یقیناً یہی ہوگی۔ مثلاً زمیندار زمینداری کے کام کاج میں مصروف ہے۔ تجارت پیشہ دکانداری میں مصروف ہے۔ ملازمت پیشہ دفتر کے کاروبار میں مصروف ہے۔ ان دنیاداروں کو کب فرصت ہو سکتی ہے کہ دین الٰہی کی حفاظت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ اور دن رات قرآن مجید کی اشاعت کے لئے مسجدوں یا اسلامی مدارس کی درسگاہوں میں بیٹھے رہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ہر کہ یک کردو۔ ہر کہ دو کرد۔ چیزے کرد و چیزے نہ کرد۔ ہر کہ سہ کرد۔ ہیچ نہ کرد۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ —— جن اللہ کے بندوں نے دین کی حفاظت اور اشاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا۔ ان مسکینوں نے پہلے مسجدوں میں سوکھے اور روکھے ٹکڑے کھا کر علماء دین سے قرآن مجید اور اس کے متعلقہ علوم پڑھے۔ اور پڑھنے کے بعد اللہ کے گھروں یعنی مسجدوں میں بیٹھ کر قرآن مجید اور اس کے متعلقہ علوم مسلمانوں کو پڑھائے۔ انہیں علمائے کرام کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ سے لیکر آج تک دین محفوظ رہا ہے۔ اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم۔

ب
صوفیائے کرام

علم دین کی نشرو اشاعت کا سہرا تو علماء کرام کے سر پر بندھا ہوا ہے۔ البتہ صحیح علم حاصل ہونے کے بعد جب تک انسان میں عملی رنگ نظر نہ آئے تو وہ علم علم کے درجہ پر ہی رہ جاتا ہے۔ اس کے صحیح نتائج اور فوائد سے انسان بہرہ مند نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کسی کالج میں طلبہ کو سائنس تو پڑھائی جائے۔ مگر کالج میں لیبارٹری نہ ہو جس میں طلبہ کو تجربہ کر کے دکھایا جائے تو وہ تعلیم بے نتیجہ ہی ہوگی۔ علی ہٰذا القیاس علمائے دین قرآن مجید اور حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطلب خوب سمجھا دیتے ہیں۔ مگر یاں ہر طلبہ پر دین کا جو عملی رنگ چڑھنا چاہیئے۔ وہ نہیں چڑھتا۔ اس کام کیلئے صوفیائے کرام کی مقدس جماعت علماء دین کو (جو ان ہی سے آتا جاہیں) اپنی تحویل میں لے لیتی ہے۔ اور اپنی صحبت میں بٹھا کر خاص طریقوں سے ان پر اسی حاصل کردہ دین کا رنگ چڑھا دیتی ہے۔

ایک لطیفہ

میں کہا کرتا ہوں۔ رنگ ہے قرآن۔ رنگ فروش ہیں علماء کرام۔ رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام مثلاً تہجد کا لفظ قرآن مجید میں آیا ہے۔ علماء کرام کی صحبت میں بیٹھ کر طالب علم میں یہ کمال پیدا ہو جاتا ہے کہ ایک لفظ تہجد پر تقریباً تین گھنٹے بول سکتا ہے۔ کہ یہ لفظ سہ اقسام میں کیا ہے ششش اقسام میں کیا ہے۔ ہفت اقسام کسے کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ —— مگر کیا اتنی تفصیل علمی معلوم ہونے کے بعد طالب العلم تہجد پڑھنے کا پابند ہو جاتا ہے؟ اگر طالب العلم سے کہا جائے تو تہجد کے فضائل بیان کر تو کم از کم ایک گھنٹہ تک بیان کر سکتا ہے۔ مگر کیا اس تبحر علمی کے باوجود، طالب العلم تہجد پڑھنے کا عادی ہو جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ جب کسی کامل کے پاس جائے گا تو وہاں تہجد پابندی سے پڑھنے کی عادت پیدا ہو جائے گی۔

جامعیت

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جامعیت تھی۔ آپ کتاب اللہ کے معلم بھی تھے اور آپ کی مبارک صحبت میں صحابہ کرام کی عملی قوتیں بھی حرکت میں آجاتی تھیں۔ انہیں نہ اپنی جان کی پرواہ تھی۔ نہ بیوی بچوں کا خیال ان پر غلبہ پاتا تھا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی رضا اور اس کے رسولؐ کا اتباع ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔ حاصل یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ظاہری اور باطنی دونوں تربیتیں ہو جاتی تھیں۔

اب عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ علمی تربیت علماء کرام کرتے ہیں۔ اور باطن کی تربیت صوفیائے عظام فرماتے ہیں۔ ہاں اللہ تعالےٰ کے بعض بندے جامع بھی ہوتے ہیں کہ وہ بحیثیت عالم ہونے کے خلق خدا کو کتاب و سنت پڑھاتے ہیں۔ اور بحیثیت باطن کے کامل ہونے کے مخلوق خدا کے باطن کو امراض روحانی سے پاک کر دیتے ہیں جامعیت کی مثالیں دارالعلوم دیوبند کے اسلاف اور اخلاف میں بفضلہ تعالےٰ پائی جاتی ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم سے لیکر آج تک جتنے حضرات اس کے سرپرست بنے ہیں۔ سب ہی ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل اور مکمل تھے۔

ج

قرآن مجید کی حفاظت میں بعض نیک دل، خداپرست، حامئ اسلام دولت مندوں کا بھی حصہ ہے جن کو اللہ تعالےٰ نے دین کی خدمت کی توفیق دی۔ اگرچہ دنیادار عام طور پر بے دین ہوتے ہیں۔ مگر جس طرح گودڑیوں میں لعل کی مثال ہے اسی طرح ان دولت مندوں میں بھی بعض اسلام کے شیدائی اور فدائی پیدا ہو جاتے ہیں۔

حاصل

یہ ہے کہ مسلمانوں کی آسمانی کتاب (قرآن مجید) کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالےٰ نے لیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس وعدہ کے پورا کرنے کا ذریعہ علماء کرام، صوفیائے عظام اور بعض دولت مندوں کو بنایا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

بقیہ سلسلہ قادریہ صلا سے آگے

سلب ہو جاتی ہے۔ حرام کی تمیز عام لوگوں کو نہیں ہے۔ حرام دو قسم کا ہے۔ ظاہری اور باطنی۔ عوام تو صرف ظاہری حرام حلال کی تمیز کر سکتے ہیں۔ باطنی حرام کی تمیز فقط خواص کو ہوتی ہے۔ بکری حلال ہے لیکن چوری کی ہو تو حرام ہو جاتی ہے یہ باطنی حرام ہے۔ خواص کو اس کی بھی تمیز ہوتی ہے۔ اور سنیئے۔ اگر ایک بازاری عورت کسی دکاندار کو اپنی حرام کی کمائی کا پانچ روپے کا نوٹ دے کر کچھ سودا خرید کرے۔ اس کے بعد دوسرا گاہک دس روپے کا نوٹ دے کر کچھ سودا لے۔ اور باقی رقم میں اگر دکاندار اس کو اس بازاری عورت والا پانچ روپیہ کا نوٹ دیدے۔ تو خواص اس نوٹ کو دیکھ کر بتلاویں گے کہ یہ حرام کی کمائی ہے۔ یہ دراصل تزکیہ نفس ہی کی برکت ہے۔ جسے تصوف کہا جاتا ہے۔

ہمارے خاندان قادریہ کے بزرگوں کے ہاں یہ دستور تھا کہ دنیاداروں کے نذرانے علیحدہ جمع رہتے تھے ان سے دنیاداروں ہی کی دعوت کا کھانا تیار ہوتا تھا۔ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کو ان کے استعمال کی اجازت نہ تھی۔ اگر کسی فقیر نے کسی دنیادار کو کسی چیز میں کھانڈ ڈال کر دی اور کچھ ہاتھ میں لگی رہی تو حکم تھا کہ ہاتھ کو چاٹا نہ جائے بلکہ دھو ڈالا جائے۔ جماعت کو نیک لوگوں کے نذرانے کھلائے جاتے تھے۔ پھر جماعت میں جو رنگ پیدا ہوتا تھا اس کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ حضرت حافظ محمد صدیق صاحب کا نابینا خادم تھا۔ اس نے کسی سے کچھ پیسے لینے تھے۔ ایک بینا شخص کو ساتھ لیکر مقروض کے پاس گیا۔ سارا دن سفر کر کے شام کو اس کے ہاں پہنچے۔ اس گاؤں میں کسی کے ہاں شادی تھی۔ وہاں باجے کی آواز آنے لگی تو ساتھی سے کہنے لگے کہ جلد یہاں سے نکل چلیں۔ اس نے جب کہا کہ سارا دن سفر کر کے تھکے ماندے ہیں اب یہاں آرام کریں تو جواب دیا کہ اگر کسی کو پتہ چل گیا کہ فلاں بزرگ کا خادم اس گاؤں میں موجود تھا جہاں باجے بج رہے تھے تو میرے پیر کی بدنامی ہوگی۔ یہ ہے تصوف جو اس کے منکر ہیں وہ بے سمجھ ہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ اللہ کے پاک نام میں بیشمار خاصیتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے انسان ماسوا اللہ سے کٹ کر اللہ سے جڑ جاتا ہے۔ اس کیلئے علاج یہ ہے کہ ذکر بکثرت کیا جائے اور پرہیز یہ ہے کہ مشتبہ اور حرام سے بچا جائے۔

نذرِ عقیدت!

منظوم سعید احمد جالندھری

بنام دین ہوئے ہیں وہ دین پر حملے
کہ داغ داغ ہے دل داغ داغ جلتا ہے
جہاں میں کفر کی تاریکیاں ہیں اے توبہ!
ہوا کی زد پہ یہ بس اک چراغ[1] جلتا ہے

[1] حضرت مولٰنا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

بدرگاہِ سرورِ کائنات

بصد یقین و بصد اعتبارِ دیدہ وری ہے تیری ذات پہ تکمیلِ عظمتِ بشری
ترے وجود پہ فہرستِ انبیاء ہے تمام تجھی پہ ختم ہے روح الامیں کی نامہ بری
تری حدودِ نبوت، ترا مقامِ نظر بتا رہی ہے تری زندگی کی خود نگری
کبھی گئی نہ ترے در پہ سر جھکائے بغیر سجودِ شوق کی الجھن جبیں کی دیدہ وری
مرے کریم مجھے ہے ترا کرم درکار! مرے مسیح مجھے ہے تلاشِ چارہ گری
ترے حضور بصد شرم لے کے آیا ہوں کچھ آنسوؤں کا تلاطم، کچھ آستیں کی تری
بنا لے پھر ہمیں اپنا کہ رحمتِ عالم! دلوں میں بے خبری ہے دعا میں بے اثری
گرے پڑے ہیں اب ان راستوں میں دیوانے جہاں نہ ذکرِ گریباں نہ فکرِ بخیہ گری
دہائی ہے کہ یہاں بک رہے ہیں عمامے تری شراب کی کرتے ہیں رند پردہ دری
عمل غلام، عبادت غلام، علم غلام لطافتوں سے معرا، بلندیوں سے بری
جہاں چراغِ عقائد کی روشنی ہے سیاہ رکی ہوئی ہے وہاں کب سے شامِ فتنہ گری
گناہ و جرم کے سائے میں جی رہے ہیں علوم زبانِ باخبری پر فسونِ بے خبری!
ترا بھی ہے یہی منشا تو اے شہِ بطحا مجھے قبول یہ کون و مکاں کی دردِ سری

ترے سوا دلِ احساں میں کچھ نہیں لیکن
تری رضا ہو تو اک انتقامِ فتنہ گری

۱۳/ مئی ۱۹۵۵ء
احسان دانش

ساقی!

باہیں دیوانگی وہ صاحبِ عرفان ہے ساقی
ترا دیوانہ بننے کا جسے ارمان ہے ساقی
مجھے دنیا سے کیا مطلب مجھے عقبیٰ سے کیا مطلب
تری الفت تری چاہت مرا ایمان ہے ساقی
زباں پر نام، دل میں یاد، آنکھوں میں تری صورت
ترے دیوانۂ الفت کی پہچان ہے ساقی
بہت دشوار و پیچیدہ ہیں رستے دین و دنیا کے
جو تو مل جائے یہ منزل بہت آسان ہے ساقی
ترا آنا زمانے کے لئے رحمت کا باعث ہے
جو کافر اس کا منکر ہے بہت نادان ہے ساقی
میسر جس کی آنکھوں کو ہیں نظارے مدینے کے
اسے کب کوثر و تسنیم کا ارمان ہے ساقی
خوشی تیری خوشی اس کی، رضا تیری رضا اس کی
ترا جو حکم ہے اللہ کا فرمان ہے ساقی
کلاہ و تاج والے اس کے در پر سر بسجدہ ہیں
زمانے سے الگ تیرے گدا کی شان ہے ساقی
ہے میرے پاس اب کیا اور جو قرباں کروں تجھ پر
یہ دل قربان ہے ساقی یہ جاں قربان ہے ساقی
خدا وہ دن دکھائے تیرا سنگِ در ہو میرا سر
مرے ٹوٹے ہوئے دل کا یہی ارمان ہے ساقی

شارق میرٹھی

خواجہ عبدالوحید کراچی

حیاتِ اجتماعی میں عورت کی حیثیت

قرآن حکیم کی روشنی میں

ایک مسلمان جب کسی موضوع پر بحیثیت مسلمان کے اظہار خیال کرنا چاہتا ہے تو وہ سب سے پہلے اس موضوع کے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسلام کا منشا اور تقاضا معلوم کرنے اور سمجھنے کے بعد وہ اس کو بطور دعوائے اسلامی لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (الاحزاب کوع ۵ پ ۲۲)

کسی صاحب ایمان مرد یا عورت کے شایان شان نہیں کہ جب کسی معاملہ میں اللہ تعالےٰ اور اس کا رسول فیصلہ صادر کردیں تو پھر ان کے لئے اپنے معاملہ میں اختیار رہو۔ اور دیا و رکھو کہ جس شخص نے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوا۔

اس مقالہ میں قرآن کے نقطۂ نگاہ سے حیات اجتماعی میں عورت کی حیثیت پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔ اس لئے یہاں صرف آیات قرآنی سے استدلال پیش کیا جائے گا۔

اصل موضوع پر جن خیالات کا میں اظہار کرنا چاہتا ہوں ان کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے چند تمہیدی امور کا ذہن نشین کرلینا ضروری ہے

اول۔ اسلام ایک مکمل نظام زندگی اور ضابطۂ حیات ہے۔ جو ایک طرف فرد کی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۔ (الانعام - ۱۶۲)

کہہ دو کہ میری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ تعالےٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اور دوسری طرف قوم کے تمام افراد کو اپنے دائرے میں لئے ہوئے ہے

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا (آل عمران ۱۶)

سب کے سب مل کر اللہ کی رسی یعنی قانون الٰہی کو تھامے رہو۔ لہذا جب تک فرد کی زندگی کے ہر شعبہ پر اسلام کا رنگ نہ چڑھے گا۔ اور جب تک قوم کے ہر ہر فرد کی زندگی صحیح معنوں میں اسلامی رنگ اختیار نہ کرلے گی۔ اس وقت تک مطلوبہ نتائج برآمد نہیں ہوسکتے۔ قانون الٰہی کے بعض حصوں کو مان لینا اس لئے کہ وہ نسبتاً سہل العمل ہیں، اور بعض حصوں کو نہ ماننا اس لئے کہ وہ ذرا مشقت یا ایثار طلب ہیں۔ دنیوی اور اُخروی دونوں حیثیتوں سے ناکامی و نامرادی پر منتج ہوتا ہے

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۝

(البقرۃ - ۸۵)

کیا تم کتاب (الٰہی) کی بعض باتیں مانتے ہو۔ اور بعض (کے ماننے) سے انکار کرتے ہو۔ (اگر ایسا ہے تو اچھی طرح سمجھ لو کہ) تم میں سے جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ ان کا بدلہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ دنیا کی زندگی میں (ذلیل و رسوا) اور قیامت کے دن عذاب شدید میں مبتلا کردئے جائیں۔

دوم۔ اسلام کا قانون محض افراد کے لئے نہیں ہے بلکہ افراد و ملت دونوں کے لئے ہے۔ اس لئے ایک طرف وہ ملت کے مفاد کی خاطر افراد پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کرتا ہے۔ اور دوسری طرف فرد کے مفاد کے لئے ملت کو ہر طرح کا اہتمام کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ جہاں وہ ایک طرف ملت کے قیام کی راہ میں افراد کو اپنا سب کچھ قربان کردینے پر آمادہ کرتا ہے۔ وہیں دوسری طرف ملت کا یہ فرض قرار دیتا ہے کہ وہ افراد کے تحفظ کے لئے اپنی تمام قوتیں وقف کردے۔ اس لئے فرد پر جماعت کے مفاد کی خاطر بہت سی پابندیاں عائد ہوجاتی ہیں۔ جو اس کی انفرادی آزادی پر بہت حد تک نامساعد اثر پیدا کرتی ہیں۔ لیکن فرد ان کو ملت کے مفاد کے پیش نظر بطیب خاطر قبول کرلیتا ہے۔ اسی میں ملت کی بقا کا راز پنہاں ہے۔ اور اسی اصول کو نظرانداز کرنے سے افراد ملت اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ بقول اقبالؒ ؎

دہر میں عیش دوام آئین کی پابندی سے ہے
موج کی آزادیاں سامان شیون ہوگئیں!

سوم۔ جو افراد ملت کی راہ میں قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ وہ بے شمار انعامات سے سرفراز ہوتے ہیں۔ جتنی بڑی قربانی ہوگی۔ اسی نسبت سے انعامات بیش بہا ہوں گے۔ یہاں تک کہ جو افراد ملت کی راہ میں اس دنیا کی حیات چند روزہ کو قربان کردیتے ہیں

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (البقرۃ - ۱۵۴)

ان لوگوں کو جو راہ خدا میں لڑتے ہوئے شہید ہوگئے مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ ان کی زندگی کی حقیقت کو تم سمجھ نہیں سکتے۔

صنفیات کے متعلق اسلام کا قانون ان ہی تمہیدی امور کے ذہن نشین ہوجانے کے بعد بخوبی سمجھا جاسکتا ہے

موت و حیات کی کش مکش

اگر ہم اپنے ماحول پر نظر ڈالیں۔ تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہوجائے گی کہ کائنات میں ہر طرف موت و حیات کے درمیان ایک خوفناک کش مکش جاری ہے۔ موت کا بے رحم ہاتھ جلد یا بدیر ہر جاندار کا گلا گھونٹ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگر ایک قلیل مدت کے لئے بھی موت کو اپنا کام بے روک ٹوک کرنے کا موقع مل جائے تو بہت جلد دنیا سے تمام جاندار نیست و نابود ہوجائیں۔ لیکن چونکہ قدرت کو اس کرۂ ارضی پر سلسلہ حیات قائم رکھنا مقصود ہے۔ اس لئے وہ ہر وقت نئے نئے جانداروں کو معرض وجود میں لاتی رہتی ہے۔ جوں جوں موجودہ جاندار موت کا شکار ہوتے جاتے ہیں۔ نئے جاندار پیدا ہوکر سطح ارضی پر سلسلہ حیات کو منقطع ہونے سے بچاتے رہتے ہیں۔

قدرت نے سلسلہ حیات قائم رکھنے کا ذریعہ صنفی تعلقات کو بنایا ہے۔ اور اس غرض کے لئے انواع حیوانیہ و نباتیہ کو ذکور و اناث دو طبقوں میں تقسیم کردیا ہے۔ یہ دونوں طبقے مختلف اعضاء و قویٰ رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ توالد و تناسل کے سلسلے میں دونوں کے وظائف و فرائض جدا گانہ ہیں اور سلسلہ حیات کے تسلسل اور بقا کے لئے یہ اختلاف جنس اور صنف نازک کا صنف ذکور کے ساتھ تعاون و اشتراک ناگزیر ہے۔

مرد اور عورت

صنفی تقسیم تمام انواع حیوانی کی طرح انسانی میں بھی موجود ہے۔ اور قدرت نے انسانوں کو بھی دو صنفی گروہوں — مرد اور عورت — میں تقسیم کردیا ہے۔ اس جنسی اختلاف کو کوئی دنیوی طاقت کالعدم نہیں کرسکتی۔ نہ مرد عورت بن سکتا ہے نہ عورت مرد بن سکتی ہے۔ اس لئے نسل انسانی کی بقا کا دارومدار اس حقیقت کے تسلیم کرلینے پر ہے کہ مرد مرد ہے اور عورت عورت ہے۔ اور دونوں اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر ہی زندگی کا مقصد پورا کرسکتے ہیں اور دونوں کے اشتراک سے ہی نسل انسانی کی بقا ممکن ہے۔ اس سلسلہ میں نوبل پرائز حاصل کرنے والے ایک بہت بڑے ڈاکٹر ALEXIS CARREL اپنی شہرہ آفاق کتاب THE KNOWN MAN میں رقمطراز ہیں:-

مرد اور عورت کے درمیان جو فرق پائے جاتے ہیں ان کا ایک باعث تو خود ان کی عضلاتی ساخت ہے۔ اس کا دوسرا سبب یہ ہے کہ رحم جو کیمیاوی مادے پیدا کرتا ہے۔ ان کا اثر اس کے تمام جسم پر جاری و ساری ہوتا ہے۔ ان اصولی حقائق سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ "نسائیت" کے علمبردار یہ یقین کرنے لگے ہیں کہ دونوں صنفوں کی تعلیم، حقوق اور ذمہ داریاں یکساں ہونی چاہیئے درحقیقت عورت مرد سے بہت ہی مختلف واقع ہوئی ہے۔ اس کے جسم . . . .

کے ہر حلیہ پر اسی کی صنفیت کا اثر موجود ہے۔ یہی حال اس کے جسم کے مختلف اعضا کا اور سب سے بڑھ کر اس کے نظام عصبی کا ہے۔ عورتوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے رجحانات کی تربیت مردوں کی نقالی چھوڑ کر اپنی فطرت کے عین مطابق کریں۔ ارتقا و تمدن میں ان کا منصب مردوں سے بلند تر ہے اس لئے انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے وظائف حیات کو ترک نہ کریں۔

اسی کتاب میں ایک اور مقام پر وہ لکھتے ہیں کہ

" مادہ یعنی رحم رکھنے والے جانوروں میں اپنی جسمانی ساخت کے کمال میں ایک یا زیادہ بار کے عمل کے بعد ہی پہنچتا ہے۔ جن عورتوں نے کبھی بچہ نہیں جنا ان کا توازن دوسری عورتوں کے مقابلہ میں مناسب نہیں ہوتا اور وہ اعصابی کمزوریوں کا شکار بھی زیادہ رہتی ہیں۔ غرضیکہ رحم میں بچہ کی موجودگی عورت کی ذات پر زبردست طور پر اثر انداز ہوتی ہے۔

اس حقیقت کے مدنظر زندگی کے کاروبار کو مرد عورت کے درمیان یوں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ کہ آئندہ نسلوں کی پیدائش اور پرورش کا کٹھن کام عورت کے سپرد ہوا۔ اور چونکہ یہ کام بڑا ہی جان جوکھوں کا کام ہے اس لئے عورت کو زندگی کی دوسری ذمہ داریوں سے سبکدوش کر کے وہ تمام ذمہ داریاں مرد کے کاندھوں پر ڈال دی گئیں۔

مرد کو بچے کی پیدائش میں کوئی مشقت اٹھانا نہیں پڑتی۔ اس کے برعکس عورت کو مدت تک بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔ وہ بچہ کی زندگی کے پودے کو اپنے خون سے سینچتی ہے۔ جب نسل انسانی کی بقا کے لئے عورت پر اس کی نزاکت اور کمزوری کے باوجود اس قدر بھاری بوجھ ڈال دیا گیا ہو۔ تو بڑا ظلم ہوتا اگر دوسرے کاروبار زندگی میں بھی مرد کے دوش بدوش حصہ لینے پر مجبور کیا جاتا۔ یا سامان معیشت کی فراہمی کا بار اس کے سر پر ڈالا جاتا۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ عورت کو بچے کی پیدائش اور پرورش کے علاوہ اور کسی محنت طلب کام پر مجبور نہ کیا جائے۔ چنانچہ قرآن کا فیصلہ یہ ہے کہ مرد کسب معاش اور بیرون خانہ مشاغل میں منہمک ہے اور عورت باہر کی دنیا سے علیحدہ رہ کر اپنی تمام تر توجہ آئندہ نسلوں کی پیدائش اور پرورش پر صرف کرے۔

بچے کی صحیح پرورش اور تربیت کے لئے ضروری ہے کہ عورت گھر سے باہر کے معاملات میں دلچسپی لینے کی بجائے اپنی تمام دلچسپیوں کا مرکز اپنے گھر کو بنائے یہی مطلب ہے

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ (الاحزاب ۲۳)

اور تم (عورتیں) اپنے گھروں میں ٹھہری رہا کرو کا۔ یعنی بالعموم عورتوں کا دائرہ عمل ان کا گھر ہے جہاں باہر کی دلچسپیوں سے دور رہ کر وہ قدرت کے منشا کو پورا کر سکتی ہیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ گھروں سے باہر نکلیں ہی نہیں۔ کاروبار ضروریہ کے لئے، عزیزوں سے ملنے کے لئے، ہوا خوری کے لئے، تعلیم حاصل کرنے کے لئے جنگ کے زمانہ میں ضروری فرائض کی ادائیگی کے لئے غرض ہر جائز اور ضروری کام کے لئے وہ گھروں سے باہر جا سکتی ہیں۔ ہاں ایک غرض کے لئے وہ قطعاً باہر نہیں نکل سکتیں اور وہ غرض اپنی آرائش اور اپنے حسن کی نمائش ہے۔

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجٰهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی (الاحزاب)

ایام جاہلیت کی طرح اپنی نمائش نہ کرتی پھرا کرو۔

مرد اور عورت کی مساویانہ حیثیت

عورت اور مرد کی تفریق فرائض کی نوعیت کے لحاظ سے ہے۔ زندگی کے ڈرامہ میں ایک پارٹ مرد کا ہے اور اس پارٹ کے لئے جن قوائے ذہنیہ و جسمانیہ کی ضرورت تھی۔ وہ قدرت نے اس کو بھی اس کے پارٹ کے لئے جیسی جسمانی بناوٹ اور ذہنی و مادی قوتوں کی ضرورت تھی وہ سب عطا کر دیں۔ اس حقیقت کا اعتراف دور حاضر کے ایک مغربی مفکر کی زبان سے سنئے OSUAL DE SCHWAVTZ اپنی کتاب The Psychology of Sex میں فرماتے ہیں:-

" عورت کے جسم کا بیشتر حصہ اس مقصد کے مدنظر وضع ہوا ہے۔ کہ اس کا منصب اولاد پیدا کرنا ہے۔ اور اگر ایک عورت کو اس کی جسمانی اور ذہنی تعمیر کے اس مقصد کے حصول سے روکا جائے تو وہ کملا جاتی ہے۔ اس کے برعکس ماں بننے پر اسے ایک تازہ روحانی حسن حاصل ہو جاتا ہے۔

مردوں کی طبیعت میں ماں بننے کا کوئی فطری تقاضا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ اپنی جسمانی اور ذہنی تکمیل کے لئے اولاد کے محتاج نہیں "

یہ مصنف اسی کتاب میں ایک اور جگہ کہتا ہے " اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مرد کی طبیعت عورت سے بنیادی اختلاف رکھتی ہے۔ یہ سمجھنا آسان ہے کہ ایسا ہی ہونا بھی چاہئے۔ زندگی کا یہ اختلاف سب سے زیادہ عمل کے استقرار اور جنین کے نشوونما ایسے جنسی وظائف میں نمایاں ہے "

لیکن اس فرق سے بہتری اور کمتری کا سوال پیدا نہیں ہوتا نہ مرد محض مرد ہونے کی وجہ سے اچھا اور نہ عورت محض عورت ہونے کی بنا پر بری ہے۔ قانون الٰہی میں دونوں اپنے اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں۔ دیکھئے نیکوکار مردوں اور نیکوکار عورتوں کا ذکر خیر قرآن حکیم میں کس طرح ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔

(الف) والمؤمنون والمؤمنٰت بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر ویقیمون الصلوٰة ویؤتون الزکوٰة ویطیعون الله ورسوله ط اولٰئک سیرحمهم الله ط ان الله عزیز حکیم ط (توبہ ۷۱)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ حکم کرتے ہیں نیک کام کا اور منع کرتے ہیں برے کام سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور فرمانبرداری کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم فرمائیگا بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

(ب) وعد الله المؤمنین والمؤمنٰت جنٰت تجری من تحتها الانهار خٰلدین فیها ومسٰکن طیبة فی جنٰت عدن ورضوان من الله اکبر ط ذٰلک هو الفوز العظیم ط

اللہ نے وعدہ کر لیا ہے مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں سے باغوں کا کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور نیز پاکیزہ مکانوں کا دائمی بہشت میں اور اللہ کی خوشنودی ان سب سے بڑھ کر ہے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

(ج) ان المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت والقٰنتین والقٰنتٰت والصٰدقین والصٰدقٰت والصٰبرین والصٰبرٰت والخٰشعین والخٰشعٰت والمتصدقین والمتصدقٰت والصٰئمین والصٰئمٰت والحٰفظین فروجهم والحٰفظٰت والذٰکرین الله کثیراً والذٰکرٰت اعد الله لهم مغفرة واجراً عظیماً (الاحزاب ۲۲)

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور ایماندار مرد، اور ایماندار عورتیں، اور سچے مرد اور سچی عورتیں، اور صابر مرد اور صابر عورتیں، اور عاجزی کرنے والے مرد، اور عاجزی کرنے والی عورتیں، اور خیرات کرنے والے مرد، اور خیرات کرنے والی عورتیں، اور روزہ رکھنے والے مرد، اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد، اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی عورتیں۔ اور بہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں۔ اللہ نے تیار کر رکھی ہے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر۔

اور پھر بدعمل مردوں اور بدعمل عورتوں کا ذکر بھی ایک ساتھ ہوتا ہے۔

(ا) وعد الله المنٰفقین والمنٰفقٰت والکفار نار جهنم خٰلدین فیها (التوبہ ۹۰)

وعدہ دیا اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو دوزخ کی آگ کا۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے

(ب) الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة (النور ۲)

زانیہ عورت اور زانی مرد۔ پس مارو ہر ایک کو ان میں سے سو دُرّے۔

(ج) والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما

اور مرد چوری کرے یا عورت چوری کرے تو کاٹ ڈالو ان کے ہاتھ

غرض اوامر و نواہی، حقوق و فرائض، تعریف و مذمت، جزا و سزا ہر چیز میں مرد اور عورت قانون الٰہی میں یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

میدان ترقی میں عورت کا حصہ

قرآن حکیم کا مطالعہ اس حقیقت کو بخوبی واضح کرتا ہے کہ عورت کے لئے انسانی ترقی کی وہ تمام راہیں کھلی رکھی گئی ہیں جن پر چلنے کی انسان کوشش کر سکتا ہے۔ نبوت کے مرتبہ کو چھوڑ کر وہ ہرگز کوشش سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ قرآن حکیم عورت کو بلند سے بلند روحانی مدارج پر پیش کرتا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ اہل ایمان کے لئے دو عورتوں کی فضیلت کو بطور نمونہ بیان کیا گیا ہے (باقی آئندہ)

جلد ۱

بچوں کا صفحہ

مرتبہ
ع۔م چوہان

نمبر ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچو! ہفت روزہ "خدام الدین" کا یہ پہلا پرچہ شائع ہو رہا ہے۔ اس لیے ہم بھی ابتدائی درس شروع کر رہے ہیں۔ تاکہ تمہیں اسلام کے ابتدائی ارکان سے روشناس کرایا جائے۔ اب تمہیں چاہیئے کہ تم ان اصولی باتوں کو یاد کرو۔

پیارے بچو! ہمارے پیارے ملک پر انگریز حکمرانوں نے ایک سو سال تک حکومت کی۔ اور اس عہد حکومت میں اسے جس قدر خطرہ علمائے کرام اور قرآنی تعلیم سے تھا اس قدر خطرہ اسے کبھی کسی سے نہیں ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بظاہر عوام میں تو یہ پروپیگنڈا کرتا تھا کہ میں کسی کے مذہب میں دخل نہیں دوں گا۔ لیکن اس نے ہمارے عوام کو اس ڈھب سے اپنا اور اپنی تعلیمات کا گرویدہ بنا لیا کہ ہماری آئندہ نسلیں دن بدن اسلام سے دُور ہوتی گئیں۔ اور آج ہم اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ آزاد ہو جانے کے باوجود بھی ہم سر سے لے کر پاؤں تک ہر طرز زندگی میں انگریز کی تقلید کرتے ہیں۔ انگریز نے اپنے دور حکومت میں جو طریقہ تعلیم جاری کر رکھا تھا۔ وہ خود بخود مسلمانوں کو اسلام سے متنفر کرتا تھا۔ اسی لئے تو اکبر الہ آبادی مرحوم نے فرمایا تھا ؎

افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی
یوں قتل سے بچوں کے بدنام نہ ہوتا

آج ہمارا پہلا درس ایمان کے متعلق ہوگا۔ تمام بچوں کو چاہیئے کہ وہ ایمان کے معنی۔ ایمان مجمل اور ایمان مفصل کی عربی عبارتیں ازبر کر کے اپنے بزرگوں کو سنائیں۔ تاکہ ہمارے اس درس کا کوئی عملی فائدہ بھی ہو۔

"ایمان"

ایمان کے معنی:۔ اللہ تعالیٰ اور خاتم الانبیاء حضرت محمد رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کو دل سے ماننا ایمان ہے اور ان کے حکم پر عمل کرنے کا نام اسلام ہے۔

(۱) ایمان مجمل

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ

ترجمہ:۔ ایمان لایا میں اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور اپنی صفتوں کے ساتھ ہے اور میں نے اس کے تمام حکموں کو قبول کیا۔

بچو! اوپر کی عبارت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا (۲) اللہ کے تمام حکموں کو قبول کرنا۔

۱۔ اللہ پر ایمان لانے سے یہ مطلب ہے کہ اللہ اور اس کی صفتوں کو دل سے ماننا۔ اللہ کی بہت سی صفتیں ہیں جیسے ایک ہونا۔ زندہ ہونا۔ اختیار والا ہونا۔ پیدا کرنا۔ رزق دینا۔ مارنا۔ جِلانا۔ اللہ کی سب صفتیں ایسی ہیں کہ کسی کی ویسی نہیں۔

(۲) اللہ کے احکام قبول کرنے سے یہ مطلب ہے کہ اللہ کے تمام حکموں کو تسلیم کرنا۔ اللہ نے جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ کرنا۔ جیسے نماز پڑھنا۔ روزہ رکھنا۔ سچ بولنا۔ اللہ نے جس کام کے نہ کرنے کا حکم دیا ہے وُہ نہ کرنا جیسے جھوٹ بولنا۔ چوری کرنا۔ کسی کو ستانا۔

بچو! اللہ تعالےٰ کو جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے ماننا۔ اور اس کے تمام حکموں کو تسلیم کرنا۔ اسی کو ایمان مجمل کہتے ہیں۔ اب ایمان مفصل کا بیان پڑھیے

ایمان مفصل

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

ترجمہ:۔ ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر۔ اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس بات پر کہ اچھی بُری تقدیر اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور موت کے بعد اُٹھائے جانے پر۔

بچو! اوپر کی عبارت میں سات باتیں بتائی گئی ہیں:۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا (۲) فرشتوں پر ایمان لانا۔ (۳) اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا (۴) اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا (۵) قیامت کے دن کا یقین رکھنا (۶) اچھی یا بُری تقدیر اللہ کی طرف سے ہے (۷) مرنے کے بعد پھر اُٹھائے جانے پر یقین رکھنا۔

اوپر بیان کئے گئے ایمانوں میں سے ہر ایک کے متعلق مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہونا چاہیئے

اللہ کے متعلق مسلمانوں کے عقیدے

اللہ ایک ہے۔ وہ ہر برائی سے پاک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ اللہ ہی عبادت کے لائق ہے۔ اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ سب اس کے محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ نہ کھاتا ہے اور نہ سوتا ہے۔ نہ اس کے ماں باپ ہیں اور نہ اس کی بیوی ہے اور نہ بیٹا بیٹی۔ وہ تمام ناتے رشتوں سے پاک ہے۔ کوئی اس کے برابر کا اور اس جیسا نہیں۔ اللہ بڑی قدرت والا ہے۔ اسی نے دونوں جہان پیدا کئے ہیں۔ وہی سب کو روزی دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ وہ ہر بات کو جانتا ہے۔ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ وہی مارتا ہے۔ وہی جِلاتا ہے۔ اللہ نے فرشتوں کو پیدا کر کے دنیا کے انتظام اور دوسرے خاص کاموں پر مقرر فرمایا ہے۔

اللہ نے اپنے بندوں کو اچھی باتیں بتانے اور بُری باتوں سے بچانے کی غرض سے پیغمبر بھیجے۔